مطالعۂ قرآنِ حکیم کا

# منتخب نصاب

## حصّہ سوم

## نکات برائے درس وتدریس

presented in pdf format by

www.hamditabligh.net

انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی (رجسٹرڈ)

قرآن اکیڈمی، خیابانِ راحت، درخشاں، ڈیفنس فیز VI، کراچی

فون نمبر: 23 - 5340022، فیکس: 5840009

ای میل: karachi@quranacademy.com

ویب سائیٹ: www.quranacademy.com

# انتساب

ان باہمت حضرات وخواتین کے نام

جو الفاظِ قرآنی

هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ (یونس: 58)

پر یقین کی عملی مثال قائم کرتے ہوئے

اور حدیثِ نبویؐ

خَيْرُ كُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَ عَلَّمَهٗ (بُخَارِیؒ)

کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے

دنیا کی عارضی لذتوں کے مقابلے میں

آخرت کی ابدی کامیابی کے حصول کے لئے

اپنی بہترین صلاحیتیں

قرآنِ کریم کے سیکھنے اور سکھانے کے لئے

وقف کردیں

# فہرست


1 منتخب نصاب حصّہ سوم کا تعارف

2 درسِ اوّل : تقابلی مطالعہ

سورۂ مومنون آیات **1-11** اور سورۂ معارج آیات **19 - 35**

3 درسِ دوم : سورۂ فرقان آیات **61 - 77**

4 درسِ سوم : سورۂ تحریم

5 درسِ چہارم : سورۂ بنی اسرائیل رکوع **3-4**

6 درسِ پنجم : سورۂ حجرات

7 جہاد فی سبیل اللہ


## حوالہ جات

☆ ''مطالعہ ٔ قرآنِ حکیم کا منتخب نصاب'' کتابی صورت میں جس میں منتخب نصاب میں شامل تمام مقامات کا متن، ترجمہ اور مختصر تفسیر موجود ہے۔

☆ منتخب نصاب کے تمام مقامات کے مختصر لیکن جامع دروس پر مشتمل الھدیٰ سیریز کے 44 آڈیو کیسٹس

☆ منتخب نصاب کے تمام مقامات کے دروس پر مشتمل الھدیٰ کمپیوٹر CD

☆ منتخب نصاب کے تمام مقامات کے تفصیلی دروس پر مشتمل 98 آڈیو کیسٹس/49 ویڈیو کیسٹس

## منتخب نصاب حصّہ سوم

### ☆ منتخب نصاب حصّہ سوم کا تعارف :

اس حصّہ کا موضوع ہے عملِ صالح۔ یہ حصّہ پانچ دروس پر مشتمل ہے جن کے موضوعات اور ان کا باہمی ربط حسبِ ذیل ہے :

- درسِ اوّل (سورۂ مومنون آیات **1-11** اور سورۂ معارج آیات **19 - 35** کا تقابلی مطالعہ) ان بنیادی اوصاف کے بیان پر مشتمل ہے جن پر ایک فرد کی سیرت وکردار یا خودی کی تعمیر ہوتی ہے۔
- ~~درسِ دوم (سورۂ فرقان کا آخری رکوع) ان تکمیلی اوصاف کے بیان پر مشتمل~~ ہے جو ایک تعمیر شدہ شخصیت میں پائے جاتے ہیں۔ یہ مقام قرآنِ حکیم کے انسانِ مطلوب کی نہایت عمدہ تصویر کشی کرتا ہے۔
- درسِ سوم (سورۂ تحریم) خاندانی زندگی کے بارے میں ہدایات پر مشتمل ہے۔
- درسِ چہارم ( سورۂ بنی اسرائیل رکوع **3** اور **4** ) معاشرتی معاملات یعنی معاشرتی اقدار (Social Values) اور معاشرتی برائیوں (Social Evils) سے بحث کرتا ہے۔
- درسِ پنجم ( سورۂ حجرات ) مسلمانوں کی ملی زندگی یا ریاست کی سطح سے متعلق معاملات کے بارے میں ہدایات پر مشتمل ہے۔

گویا منتخب نصاب کا حصّہ سوم فرد کی ذاتی زندگی کے بارے میں ہدایات سے شروع ہو کر خاندان، معاشرہ اور بالآخر ریاست کی سطح پر ہدایات کی وضاحت کرتا ہے۔

## درسِ اوّل: تقابلی مطالعہ

### سورۂ مومنون آیات 1-11 اور سورۂ معارج آیات 19-35

### سورۂ مومنون آیات 1-11

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ O بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِO
قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ (1) اَلَّذِيْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ
خَاشِعُوْنَ (2) وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (3) وَالَّذِيْنَ
هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ (4) وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ (5) اِلَّا
عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ (6) فَمَنِ
ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ (7) وَالَّذِيْنَ هُمْ
لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ (8) وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ
يُحَافِظُوْنَ (9) اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ (10)
الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (11)

### سورۂ معارج آیات 19-35

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ O بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِO
اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا (19) اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا
(20) وَاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا (21) اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ
(22) اَلَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ (23) وَالَّذِيْنَ فِیْۤ
اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ (24) لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (25)
وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ (26) وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ
مُّشْفِقُوْنَ (27) اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ (28) وَالَّذِيْنَ
هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ (29) اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَامَلَكَتْ
اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ (30) فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ
ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ (31) وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ
وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ (22) وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ (33)
وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ (34) اُولٰٓئِكَ فِیْ
جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ (35)

### ☆ تمہیدی نکات:

۱- منتخب نصاب کے حصّہ سوم کا درسِ اوّل سورۂ مومنون کی آیات 1 - 11 اور انہیں کی ہم مضمون سورۂ معارج کی آیات 19 - 35 کے تقابلی مطالعہ پر مشتمل ہے۔

۲- اس درس کا موضوع ہے ''تعمیرِ سیرت کی اساسات''، یعنی وہ بنیادی صفات جن پر قرآنِ حکیم کے انسانِ مطلوب کی سیرت و کردار کی تعمیر ہوتی ہے۔ یہ صفات حسبِ ذیل ہیں:

- نماز میں خشوع وخضوع
- لایعنی باتوں سے اعراض
- تزکیۂ نفس کے لئے کوشش
- جنسی جذبے پر قابو رکھنا
- ایفائے عہد وادائے امانت
- حفاظتِ نماز

۳ - اس درس میں شامل دونوں مقامات کے تقابلی مطالعہ سے فہمِ قرآن کے دو اسلوب نمایاں ہوجاتے ہیں:

i - اَلْقُرْاٰنُ یُفَسِّرُ بَعْضُهٗ بَعْضًا قرآن کا ایک حصہ دوسرے کی وضاحت کرتا ہے۔

ii - اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ (الزمر:23) کے مطابق قرآنِ حکیم میں اہم مضامین یکساں اصطلاحات وترتیب کے ساتھ یا مختلف اصطلاحات وترتیب کے ساتھ دو یا اس سے زائد بار بیان کیے جاتے ہیں جیسے :

- نبی اکرمؐ کا مقصدِ بعثت (التوبہ :33، الفتح :28، الصّف :9)
- اہلِ ایمان عدل کے علم بردار بن کر کھڑے ہوجائیں (النساء:135، المائدہ:8)

## تقابلی مطالعہ

| ☆ سورۂ مومنون | سورۂ معارج |
|---|---|
| قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ (1) | اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا (19) اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا (20) وَاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا (21) اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ (22) |

## ترجمہ:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ -- بے شک کامیاب ہوگئے اہلِ ایمان۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا -- بے شک انسان کم حوصلہ پیدا ہوا ہے۔ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا -- جب اُسے تکلیف پہنچتی ہے تو گھبرا اُٹھتا ہے۔ وَاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا -- اور جب آسائش حاصل ہوتی ہے تو بخیل بن جاتا ہے۔

اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ -- سوائے نمازیوں کے

- اَفْلَحَ - یُفْلِحُ کے لغوی معنی ہیں پھاڑنا، پھاڑ نکالنا۔ عربی میں کسان کو فلّاحؔ کہا جاتا ہے کیوں کہ وہ زمین کا سینہ اپنے ہل کی نوک سے پھاڑتا ہے۔ اسی طرح عربی زبان کا مقولہ ہے: اِنَّ الْحَدِیْدَ بِالْحَدِیْدِ یُفْلَحُ (بے شک لوہا، لوہے ہی سے کاٹا جاتا ہے)۔ اس لفظ کے اصطلاحی معنی ہیں کامیاب ہونا، کام نکال لینا (موضح القرآن)۔
- عام انسان لذاتِ دنیوی یعنی مال و دولت، جاہ ومنصب، شہرت، اقتدار، وغیرہ کے حصول کو کامیابی سمجھتا ہے لیکن جو شخص اس حقیقت کو جان لے کہ تمام لذاتِ دنیوی ''متاعُ الغُرور'' (دھوکے کا سامان) ہیں اور اصل کامیابی آخرت میں حاصل ہوگی اور پھر اس کے حصول کی کوشش کرے، گویا متاع الغرور کے پردے کو پھاڑ کر کامیابی کی اصل حقیقت کا سراغ لگالے وہ ہی مُفْلِحُ یعنی کامیاب ہونے والا ہے۔
- انسان کی عظمت کی اصل وجہ اس کے خاکی وجود میں پنہاں روحِ ربانی ہے:

ہے ذوقِ تجلّی بھی اسی خاک میں پنہاں
غافل تو نرا صاحبِ ادراک نہیں ہے

اِسی روحِ ربانی کی وجہ سے انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیا گیا اور اُسے مسجودِ ملائک ہونے کا اعزاز حاصل ہوا (الحجر :29، ص : 72)۔ روحِ ربانی کی احتیاج اور اس کے لئے ذریعہ تسکین ذکرِ الٰہی اور وحیٔ ربانی ہے۔ انسان کی اصل شخصیت یہ روحِ ربانی یعنی روحانی وجود ہے۔ انسان کا یہ روحانی وجود اس کے اُس خاکی یعنی حیوانی وجود کے خول میں لپٹا ہوا ہے، جس کے تقاضے بڑے شدید اور فوری طور پر محسوس ومشہود ہیں۔ عام انسان اس حیوانی وجود کو ہی اصل انسان سمجھ کر اسی کے تقاضوں کو پورا کرنے میں لگا رہتا ہے (الحشر :19)۔ اُپنشد کا جملہ ہے:

***Man in his ignorance identifies himself with the material sheaths which en-compass his real self.***

اس پیکرِ خاکی میں اک شے ہے سو وہ تیری
میرے لئے مشکل ہے اس شے کی نگہبانی

البتہ مُفْلِحٌ یعنی کامیاب ہونے والا انسان وہ ہے جو اس ظاہری وجود کے پردے کو چاک کر کے اپنی اصل شخصیت وحقیقت کو جان لے اور پھر اس کے تقاضے پورے کرنے کی کوشش کرے :

گاہ مری نگاہِ تیز چیر گئی دلِ وجود
گاہ الجھ کے رہ گئی مری توہمات میں

- سورۂ معارج کی آیات 19 تا 22 فلاحِ انسانی کی تشریح کرتی ہیں۔ عام انسان اس دنیوی زندگی کو اصل زندگی سمجھتا ہے اور یہاں کے برے حالات کا شدید تاثر لیتا ہے اور یہاں کی نعمتوں کو سمیٹ سمیٹ کر رکھتا ہے۔ فلاح پانے والا انسان وہ ہے جو دنیا کی بے ثباتی و ناپائیداری کو سمجھ لے اور یہاں کے اچھے یا برے حالات کو عارضی سمجھ کر ان سے زیادہ متاثر نہ ہو۔
- سورۂ معارج میں اہلِ ایمان کو المصلین یعنی نمازی کہا گیا ہے۔ قرآنِ حکیم ایمان اور نماز کو لازم وملزم قرار دیتا ہے۔ تحویلِ قبلہ کے موقع پر جب یہود نے کہا کہ مسلمانوں کی وہ تمام نمازیں ضائع ہوگئیں جو بیت المقدس کی طرف رخ کر کے ادا کی گئیں تھیں تو سورۂ بقرہ آیت 143 میں یہود کی بات کو غلط قرار دیتے ہوئے فرمایا گیا ”اللہ تمہارے ایمان کو ضائع کرنے والا نہیں ہے“۔ گویا مومن اور مصلّی مترادف و ہم معنی

الفاظ ہیں۔

☆ **سورۂ مومنون**      **سورۂ معارج**

اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ( 2 ) اَلَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ( 23 )

وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ( 9 ) وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ( 34 )

## ترجمہ:

اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ -- جو اپنی نماز میں عاجزی اختیار کرتے ہیں۔

اَلَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ -- جو باقاعدہ نماز کا التزام رکھتے ہیں۔

وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ -- اور جو لوگ اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

- دونوں مقامات پر اول وآخر نماز کا ذکر کر کے واضح کیا گیا کہ بندۂ مومن کے کردار کی اہم ترین اساس نماز ہے۔ نماز ہی مومن کی شخصیت کی عمارت کا سنگِ بنیاد بھی ہے اور اس کی بلند ترین منزل بھی۔ یہ اس کے شہرِ زندگی کی ایسی فصیل ہے جس نے پورے طور پر اس کے معمولات کا احاطہ کرلیا ہے۔ اس کے روزمرہ کے تمام معاملات اور نظام الاوقات، نماز کے اعتبار سے طے ہوتے ہیں۔
- نماز کی روح خشوع وخضوع ہے لہذا سورۂ مومنون میں سب سے پہلے اسی کو بیان کیا گیا ہے۔ البتہ نماز کی ظاہری وباطنی اعتبار سے افادیت اس پر دوام یعنی اس کی مستقل ادائیگی سے ہے جسے سورۂ معارج میں اوّلاً نمایاں کیا گیا ہے۔ نماز کی محافظت کو دونوں مقامات پر بیان کر کے اس کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔

- خَاشِعُوْنَ دراصل خَاشِعٌ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں جھکنے والے عاجزی اختیار کرنے والے وغیرہ۔ یہ لفظ تین معانی میں استعمال ہوتا ہے :

۱ - ظاہری طور پر جھکنا۔(الغاشیہ :**2** ،القلم :**43** ،طٰہٰ :**108** )

۲ - باطنی طور پر جھکنا یعنی قلبی جھکاؤ۔(الحدید :**16** )

۳ - انسان کے پورے وجود کا جھکنا۔( آلِ عمران :**199** )

اسی اعتبار سے نماز میں خشوع وخضوع اختیار کرنے کا مطلب ہے :

۱ - ظاہری اعتبار سے خشوع وخضوع کے لئے تعدیلِ ارکان کا اہتمام کیا جائے یعنی نماز کے تمام ارکان متعلقہ آداب کی رعایت کے ساتھ ادا کیے جائیں۔

۲ - ظاہری اعضاء و جوارح کے ساتھ ساتھ انسان کا دل بھی اللہ کی طرف متوجہ رہے۔ نماز کا ترجمہ سیکھنے، تلاوت کی جانے والی سورتوں کا پہلے سے تعین کرنے اور یہ تصّور کرنے سے کہ شاید یہ میری آخری نماز ہو، حضوریٔ قلب حاصل ہوتی ہے۔(اس حوالے سے شبیر بن نور صاحب کی کتاب ’’نماز میں خشوع وخضوع‘‘ کا مطالعہ مفید رہے گا)۔

شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب! میرا سجود بھی حجاب
عقل ودل و نگاہ کا مرشدِ اوّلیں ہے عشق
عشق نہ ہو تو شرع و دیں بتکدہ تصّورات

۳ - انسان پوری زندگی میں بھی اللہ کے احکامات کے سامنے جھکا ہوا ہو۔ کسی صوفی کا قول ہے کی ’’عالم بے عمل مناجات کی لذت سے محروم ہوجاتا ہے‘‘۔

جو میں سر بسجدہ ہوا کبھی تو زمیں سے آنے لگی صدا
تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

- نماز میں قرآنِ حکیم کی سمجھ سمجھ کر اور تاثیر محسوس کرتے ہوئے تلاوت انسان کے خشوع وخضوع میں اضافہ کر دیتی ہے۔ (بنی اسرائیل :**109** )
- نماز پر مداومت کے معنی ہیں اسے باقاعدگی سے ادا کرنا۔ سورۂ معارج میں یہ لفظ خشوع کے بدل کے طور پر آیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ درحقیقت وہی انسان اللہ کے سامنے جھکا ہوا ہے، جو نماز باقاعدگی سے ادا کرتا ہے۔ حضوریٔ قلب میسر نہ ہو تب بھی نماز باقاعدگی سے ادا کرنی چاہیئے۔ البتہ حضوریٔ قلب کے حصول کے لئے کوشش کرنی چاہیئے۔
- نماز کی محافظت سے مراد ہے طہارت، وضو، اوقاتِ نماز، مسجد میں حاضری، جماعت کے اہتمام اور مسائلِ نماز کا خیال رکھنا۔

☆ **سورۂ مومنون** **سورۂ معارج**

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ( 3 ) وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ( 26 )

وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ
مُّشْفِقُوْنَ ( 27 ) اِنَّ
عَذَابَ رَبِّهِمْ
غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ( 28 )

## ترجمہ:

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ -- اور جو غیر ضروری کاموں سے دور رہتے ہیں وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ -- اور جو روزِ جزا کو سچ سمجھتے ہیں۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ

مِّنۡ عَذَابِ رَبِّهِمۡ مُّشۡفِقُوۡنَ -- اور جو اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمۡ غَيۡرُ مَاۡمُوۡنٍ -- بے شک اُن کے پروردگار کا عذاب ہے ہی ایسا کہ اس سے بے خوف نہ ہوا جائے۔

لغو سے مراد وقت گزاری (Time Killing) کے وہ مشاغل ہیں جو نہ دنیوی زندگی کے لئے مفید ہیں اور نہ ہی آخرت کے لئے کارآمد۔ سورۂ معارج میں وضاحت ہے کہ بندۂ مومن آخرت میں جواب دہی کے احساس اور اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہوئے لایعنی مشاغل سے اجتناب کرتا ہے۔ اَلدُّنۡيَا مَزۡرَعَةُ الۡاٰخِرَةِ (دنیا آخرت کی کھیتی ہے) کی روشنی میں انسان کی محدود دنیوی زندگی پر آخرت کی طویل زندگی کا انحصار ہے۔ یہاں کی مختصر زندگی میں جو کچھ بویا جائے گا وہی آخرت کی طویل زندگی میں کاٹنا پڑے گا۔ یہاں کا وقتی عمل آخرت میں امر بن جائے گا۔ اس دنیا میں انسان کا اصل سرمایہ وقت ہے اور روزِ قیامت اُن گھڑیوں پر انسان کو شدید افسوس ہوگا جو غفلت میں بیت گئیں۔ آخرت پیشِ نظر ہو تو یہاں کا لمحہ لمحہ قیمتی محسوس ہوتا ہے اور ایک عقل مند انسان ہرگز اپنے لمحات کو لایعنی مشاغل میں برباد نہیں کرتا بلکہ وقت کا مفید (Productive) استعمال کر کے آخرت کی عملی تصدیق کرتا ہے۔ ارشادِ نبویؐ ہے:

مِنۡ حُسۡنِ اِسۡلَامِ الۡمَرۡءِ تَرۡكُهٗ مَالَا يَعۡنِيۡهِ

ایک انسان کے اسلام کی خوبی لایعنی باتوں کا ترک کر دینا ہے (ترمذی)

میسر آتی ہے فرصت فقط غلاموں کو
نہیں ہے بندۂ حُر کے لئے جہاں میں فراغ

☆ **سورۂ مومنون** **سورۂ معارج**

وَالَّذِيۡنَ هُمۡ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوۡنَ (4) وَالَّذِيۡنَ فِيۡۤ اَمۡوَالِهِمۡ حَقٌّ مَّعۡلُوۡمٌ (24)

لِّلسَّآئِلِ وَالۡمَحۡرُوۡمِ (25)

## ترجمہ:

وَالَّذِيۡنَ هُمۡ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوۡنَ -- اور جو تزکیہ کرتے رہتے ہیں۔

وَالَّذِيۡنَ فِيۡۤ اَمۡوَالِهِمۡ حَقٌّ مَّعۡلُوۡمٌ -- اور جن کے اموال میں حصّہ مقرر ہے۔

لِّلسَّآئِلِ وَالۡمَحۡرُوۡمِ -- مانگنے والے اور محروم کا۔

- زکوٰۃ کے لغوی معنی ہیں پاکیزگی اور اصطلاحی معنی ہیں وہ معین صدقہ جو ہر صاحبِ نصاب کو اللہ کے طے کردہ مصارف میں ہر سال دینا لازم ہے۔ زکوٰۃ جب اصطلاحی معنی میں استعمال ہوتا ہے تو اس کے ساتھ لفظ ''ایتاء'' آتا ہے۔ یہاں زکوٰۃ لغوی معنی میں آیا ہے کیوں کہ اس کے ساتھ لفظ ''فاعلون'' ہے۔ گویا یہاں زکوٰۃ کا لفظ 'تزکیہ' کے معنی میں آیا ہے۔
- تزکیہ کے معنی ہیں نشوونما کرنا، پروان چڑھانا اور ان رکاوٹوں کو دور کرنا جو پرورش میں حائل ہیں۔ ایک مالی باغ میں جا کر جب کیاری سے خودرو پودوں کو نکالتا ہے تاکہ زمین سے تمام توانائی صرف مطلوبہ درخت یا پودے حاصل کریں تو مالی کے اس عمل کو تزکیہ کہا جاتا ہے۔ اسی طرح جب انسان اپنا احتساب کرتے ہوئے اللہ کی ناپسندیدہ چیزوں کو ترک کرتا ہے اور پسندیدہ چیزوں کو تقویت دیتا ہے تو یہ ہی تزکیۂ نفس کہلاتا ہے۔ تزکیۂ نفس میں ایک بڑی رکاوٹ مال کی محبت ہے جو نہایت شدت کے ساتھ انسان میں رکھ دی گئی ہے (العادیات: 8)۔ جب تک مال کی محبت دل سے نہ نکلے گی انسان نہ اپنے نفس کا تزکیہ کر سکتا ہے نہ نیکی کی اصل حقیت کو پا سکتا ہے (آل عمران: 92) اور نہ ہی قربِ الٰہی حاصل کر سکتا ہے۔ اسی لئے سورۂ معارج

میں وضاحت کی گئی ہے کہ اللہ کے نیک بندے تزکیۂ نفس کے لئے اپنی محبوب شے یعنی مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

- سورۂ معارج میں **حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ** کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ انسان کے پاس ضرورت سے زائد مال مستحقین کا حق ہے (بنی اسرائیل :26) اور ان تک پہنچا کر ان کا احسان مند ہونا چاہیئے کہ انہوں نے حق کی ادائیگی کا موقع دیا۔
- تزکیہ ٔنفس کے لئے مال خرچ کرنے کی قانونی صورت تو وہ معین حصہ ہے جسے ''زکوٰۃ'' کہا جاتا ہے (التوبہ:103)۔البتہ اخلاقی اعتبار سے اس کی انتہائی صورت وہ تمام مال اللہ کی خوشنودی کے لئے خرچ کرنا ہے جو ضرورت سے زائد ہو (البقرہ:219)۔
- لفظ فاعلون اس حقیقت کو ظاہر کرتا ہے کہ تزکیہ ٔنفس کے عمل پر مسلسل کاربند رہنا چاہیئے اور آخری سانس تک اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہیئے کہ کہیں کوئی شے اللہ سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جائے۔ اپنے وجود میں تطہیر و تعمیر تزکیہ ٔنفس کہلاتی ہے اور اسی تزکیہ کا اگلا درجہ خارج میں تطہیر و تعمیر ہے جسے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کہا جاتا ہے۔

## ☆ سورۂ مومنون و سورۂ معارج

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ (29) اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَامَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ (30) فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ (31)

(المومنون:5-7 'المعارج:29-31)

## ترجمہ:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ -- اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

**اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ** -- سوائے اپنی بیویوں کے -- **اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ** -- یا اپنی کنیزوں کے -- **فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ** -- تو اس معاملے میں اُن پر کوئی ملامت نہیں۔ **فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ** -- اور جو لوگ (جنسی تسکین کے لئے) اس کے سوا کوئی اور راہ اختیار کریں گے -- **فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ** -- وہی لوگ حد سے نکلنے والے ہیں۔

انسان کے حیوانی تقاضوں میں جنسی جذبہ انتہائی شدید ہے۔ نبی اکرمؐ نے زبان اور شرم گاہ کی حفاظت کی ضمانت دینے پر جنت کی نوید دی ہے (بخاری)۔ دیگر مذاہب میں جنسی جذبہ کو فی نفسہٖ ایک برا جذبہ سمجھا جاتا ہے لیکن اسلامی تعلیمات کے مطابق یہ جذبہ برا نہیں بلکہ مفید ہے اگر اس کی تسکین کا سامان *Sex Discipline* کے تحت صرف بیویوں یا کنیزوں سے کیا جائے۔ اسلام کسی بھی فطری جذبہ کو کچلنے کا نہیں بلکہ مثبت اور صحت مند خطوط پر قابو کرنے کی ہدایت دیتا ہے۔

اسلام میں عدل کی شرط کے ساتھ ایک وقت میں چار بیویاں رکھنے کی اجازت دی ہے۔

البتہ کنیزوں کے بارے میں بعض اہم ہدایات حسب ذیل ہیں:

۱ - کنیز ایک شخص کی ملکیت ہوتی ہے اور اس سے نکاح نہیں ہوتا۔ اگر نکاح کرلیا جائے تو اب وہ بیوی ہے نہ کہ کنیز۔

۲ - کنیز سے ایک وقت میں صرف اس کا مالک ہی تصرف کرسکتا ہے۔ البتہ وہ اسے فروخت کرسکتا ہے یا ہبہ کرسکتا ہے۔ کنیز سے اولاد ہو تو اب کنیز کو فروخت نہیں کیا جاسکتا اور یہ اولاد بیوی سے اولاد کے بالکل برابر ہوگی۔

۳ - مالک کسی کو اپنی کنیز سے نکاح کی اجازت دے سکتا ہے لیکن اب کنیز پر اس کا حق تصرف ختم ہوجاتا ہے، البتہ کنیز سے خدمت اب بھی لے سکتا ہے۔

۴ - ان آیات کی رُو سے مرد بیوی اور کنیز سے تمتع کرسکتا ہے لیکن عورت اپنے غلام سے

تمتع نہیں کر سکتی۔

۵ - بیوی کے لئے مسلمان یا اہل کتاب ہونے کی شرط ہے لیکن کنیز کے لئے ایسا نہیں اور نہ ہی کنیزوں کی تعداد پر کوئی پابندی ہے۔

۶ - ان آیات کی رو سے بیویوں یا کنیزوں کے علاوہ کسی طریقہ پر مادہ ٔ شہوت خارج کرنے کی کوشش کرنا حرام ہے۔

۷ - قرآنِ حکیم نے اپنے نزول کے وقت موجود کنیزوں سے تصرف کو جائز قرار دیا اور جہاد فی سبیل اللہ کے نتیجے میں مالِ غنیمت کے طور پر آنے والی خواتین کی تقسیم کو بھی جائز کہا۔ البتہ اب یہ ادارہ ختم ہو چکا ہے اور اب جنسی جذبہ کی تسکین کا واحد ذریعہ صرف بیوی ہے۔ کسی آزاد مرد یا عورت کو اغوا کر کے بحیثیت غلام یا کنیز فروخت کرنا حرام اور بہت بڑا گناہ ہے۔

۸ - اسلامی تعلیمات کے مطابق صرف میدانِ جنگ سے گرفتار ہونے والے قیدیوں کو غلام یا کنیز بنایا جاسکتا تھا۔ پھر ان کے ساتھ حسنِ سلوک کا خاص تاکید کی جاتی تھی۔ کئی گناہوں کا کفارہ غلاموں یا کنیزوں کو آزاد کرنا مقرر کیا گیا۔ غلاموں اور کنیزوں کو آزاد کرنے کی اس قدر ترغیب دی گئی کہ رفتہ رفتہ معاشرے سے یہ سلسلہ بالکل ختم ہو گیا۔

۹ - غلاموں اور کنیزوں کے ادارے کو ختم کرنے کا حتمی حکم قرآن و سنت میں موجود نہیں اور ممکن ہے کہ قیامت سے قبل ان جنگوں کے دوران اس ادارے کو دوبارہ جاری کرنا پڑے جن کی خبر احادیثِ مبارکہ میں دی گئی ہے۔

☆ **سورہ ٔ مومنون** **سورہ ٔ معارج**

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ ( 8 ) وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ

رَاعُوْنَ ( 22 )

وَالَّذِيْنَ هُمْ

بِشَهٰدٰتِهِمْ قَائِمُوْنَ

( 33 )

## ترجمہ:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ -- اور جو لوگ اپنی امانتوں اور وعدوں کی پاسداری کرنے والے ہیں۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَائِمُوْنَ -- اور جو اپنی شہادتوں پر قائم رہتے ہیں۔

- تمام معاملاتِ انسانی امانتوں اور معاہدوں پر منحصر ہوتے ہیں۔ ادائے امانت اور ایفائے عہد کے بارے میں انسان کا طرزِ عمل اس کی شخصیت و کردار کی حقیقت کو واضح کر دیتا ہے۔ ارشاداتِ نبویؐ کے مطابق :
  - لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَةَ لَهٗ وَلَا دِيْنَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهٗ ( بیہقی )
  - امانت میں خیانت اور وعدہ خلافی منافق کی نشانیوں میں سے ہیں ( متفق علیہ )
- ادائے امانت :

امانت وہ شے یا مال بھی ہے جو کسی نے کسی کے پاس رکھوایا ہو لیکن وسیع معنی میں کسی مجلس کی خصوصی کارروائی، کسی کا راز، کوئی اختیار یا منصب، کسی طلب کرنے والے کے لئے مشورہ، کسی کے حق میں رائے وغیرہ سب امانت کے ذیل میں آتا ہے۔ پھر اس دنیا میں انسان کو ملنے والی ہر نعمت اور صلاحیت بھی اللہ کی امانت ہے۔

- ایفائے عہد :

تمام معاملاتِ انسانی تحریری یا غیر تحریری معاہدوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ معاہدوں کی تین اقسام ہیں :

اپنے آپ سے -- بندوں سے -- اللہ سے (التوبہ:111)

- ادائے شہادت:

شہادت بھی امانت ہی کی شکل ہے۔شہادت کا چھپانا باطنی یعنی دل کے گناہ کے مترادف ہے (البقرہ:283)۔سب سے بڑی نعمت اللہ کی عطا کردہ کتاب یعنی ہدایتِ ربانی ہے جس کی تعلیمات کی قول وعمل سے گواہی دینا ہم سب پر فرض ہے اوراس سے پہلوتہی سب سے بڑا ظلم ہے (البقرہ:140،النساء:135،المائدہ:8، الحج:78،البقرہ:143)۔

☆ **سورۂ مومنون** — **سورۂ معارج**

اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْوَارِثُوْنَ (10) — اُولٰٓئِکَ فِیْ جَنّٰتٍ مُّکْرَمُوْنَ (35)

اَلَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ (11)

## ترجمہ:

اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْوَارِثُوْنَ -- یہی لوگ وارث ہیں۔ اَلَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ -- جو وارث بنیں گے ٹھنڈی اور گھنی چھاؤں والی جنت کے -- ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ -- وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے ۔

اُولٰٓئِکَ فِیْ جَنّٰتٍ مُّکْرَمُوْنَ -- یہی لوگ ہیں جن کا جنت میں اکرام کیا جائے گا۔

اللہ کے نیک بندوں کا جنت میں اکرام کیا جائے گا۔سورۂ مومنون میں اس اکرام کی وضاحت ہے۔اللہ کے نیک بندے فردوس کے وارث ہوں گے یعنی ایسی جنت جس کے سائے انتہائی ٹھنڈے اور گھنے ہوں گے۔

اللہ ہمیں یہ اوصاف عطا فرمائے اور ہمیں بھی جنت میں داخل ہوکر اِس کے ٹھنڈے اور گھنے سائے سے مستفید ہونے والوں میں شامل فرمائے۔آمین

# منتخب نصاب حصّہ سوم

## درسِ دوم: سورۃ الفرقان آیات 61 - 77

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ O بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِO

تَبٰرَکَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِیْھَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا
مُّنِیْرًا (61) وَھُوَالَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَالنَّھَارَ خِلْفَۃً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ
یَّذَّکَّرَ اَوْ اَرَادَ شُکُوْرًا (62) وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی
الْاَرْضِ ھَوْنًا وَّاِذَاخَاطَبَھُمُ الْجٰھِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (63) وَالَّذِیْنَ
یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّھِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا (64) وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا
عَذَابَ جَھَنَّمَ اِنَّ عَذَابَھَا کَانَ غَرَامًا (65) اِنَّھَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا
وَّمُقَامًا (66) وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ
ذٰلِکَ قَوَامًا (67) وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ
النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ یَلْقَ
اَثَامًا (68) یُّضٰعَفْ لَہُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَیَخْلُدْفِیْہٖ
مُھَانًا (69) اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ
یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِھِمْ حَسَنٰتٍ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (70) وَمَنْ
تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّہٗ یَتُوْبُ اِلَی اللّٰہِ مَتَابًا (71) وَالَّذِیْنَ لَا
یَشْھَدُوْنَ الزُّوْرَ وَاِذَامَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا کِرَامًا (72) وَالَّذِیْنَ اِذَا

ذُکِّـرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ یَخِرُّوْا عَلَیْهَا صُمًّا وَّعُمْیَانًا ( 73 ) وَالَّذِیْنَ یَـقُـوْلُـوْنَ رَبَّـنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا ( 74 ) اُولٰٓئِکَ یُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَیُلَقَّوْنَ فِیْهَا تَحِیَّةً وَّسَلٰمًا ( 75 ) خٰلِدِیْنَ فِیْهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ( 76 ) قُلْ مَا یَعْبَؤُا بِکُمْ رَبِّیْ لَوْلَا دُعَآؤُکُمْ فَقَدْ کَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ یَکُوْنُ لِزَامًا ( 77 )

☆ **تمہیدی نکات :**

۱- منتخب نصاب کے حصّہ سوم کا درسِ دوم سورۃ الفرقان کے آخری رکوع کی آیات 61 تا 77 پر مشتمل ہے۔

۲- اس مقام کا موضوع ہے ’’بندۂ مومن کی شخصیت کے تکمیلی اوصاف‘‘۔ یہ مقام قرآن کے انسانِ مطلوب کی ہر اعتبار سے پختہ (MATURE) اور پوری طرح سے تربیت یافتہ و تعمیر شدہ دل آویز شخصیت کی جھلک پیش کرتا ہے۔

۳- پچھلے درس سے اس مقام کا ربط یہ ہے کہ وہاں وہ بنیادی اوصاف بیان ہوئے تھے جن پر بندۂ مومن کی شخصیت کی تعمیر ہوتی ہے اور یہاں تکمیلی اوصاف کا بیان ہے۔

۴- اس درس میں شامل آیات میں مضامین کی تقسیم اس طرح سے ہے :

آیات 61 - 62 : ایمان باللہ
آیات 63 - 67 : بندۂ مومن کے تکمیلی اوصاف
آیات 68 - 71 : کبیرہ گناہ ‘ ان کی سزا اور سزا سے بچنے کے لئے توبہ کا بیان
آیات 72 - 76 : بندۂ مومن کے تکمیلی اوصاف و حسنِ انجام
آیت 77 : ایمان بالرسالت

## آیات پر غور و فکر

☆ **آیات 61 - 62 :**

تَبٰرَکَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا -- بڑی بابرکت ہے وہ ذات جس نے آسمانوں میں بُرج بنائے -- وَّجَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِیْرًا -- اور اس میں بنایا ایک چراغ (سورج) اور ایک چمکتا ہوا چاند ( 61 ) وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً -- اور اسی نے بنایا رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والا -- لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّکَّرَ اَوْ اَرَادَ شُکُوْرًا -- (نشانیاں ہیں) اس کے لئے جو یاددہانی حاصل کرنا چاہے (اللہ کی) یا شکرگزار ہونا چاہے (اللہ کا) ( 62 )

◆ **تبارک :**

تبارک (مادہ ب ر ک) کے معنی ہیں ’’بہت بابرکت ہونا‘‘ یا دعائیہ اسلوب میں ’’بہت بابرکت ہو‘‘۔ برکت کہتے ہیں کسی شے کی خیر کی کثرت کو۔ تبارک ایسی ہستی کے لئے استعمال ہوتا ہے جو کسی شے کے خیر کو ظاہر کردے۔

◆ **برج :**

اس کا مادہ ہے ب ر ج جس کے معنی ہیں نمایاں ہونا۔ ’’تبرج‘‘ کہتے ہیں خود کو نمایاں کرنا۔ سورۂ احزاب آیت 33 میں خواتین کو اسی لفظ کے ساتھ گھر سے باہر نکل کر اپنے نسوانی حسن کی نمائش کرنے سے منع کیا گیا۔ برج ان بلند ستونوں اور میناروں کو کہا جاتا تھا جو پچھلے زمانہ میں شہر کے گرد فصیل کی دیواروں میں بنائے جاتے تھے تاکہ شہر دور سے نظر آسکے۔ اس آیت میں برج سے مراد وہ ستارے ہیں جو آسمان کی سجاوٹ اور زیب و زینت کا ذریعہ ہیں اور ان فرشتوں کے لئے

چوکیاں ہیں جو آسمان، غیب کی اہم خبروں اور بالخصوص وحی کی حفاظت کرتے ہیں اور سرکش جنات کو ان تک رسائی سے باز رکھتے ہیں (الحجر: 16-18، الملک: 5)۔

- سراج کہتے ہیں چراغ کو۔ یہاں اس سے مراد سورج ہے جس میں جلنے کا عمل خود سے ہوتا ہے۔ چاند کے لئے منیر یعنی روشن ہونے کی صفت آئی ہے کیوں کہ وہ سورج کی روشنی سے روشن ہوتا ہے۔

نوٹ: قرآنِ حکیم میں کوئی ایک اصطلاح بھی ایسی نہیں جس کی ثابت شدہ سائنسی تحقیق نے نفی کی ہو۔

- رات اور دن کی گردش کے بیان کے لئے خِلْفَةً کا لفظ آیا ہے جس کا مادہ ہے خ ل ف ہے۔ اس کے معنی ہیں تعاقب کرنا یا پیچھے آنا۔
- آیاتِ الٰہی پر غور و فکر کا حاصل ہے:

ا- تذکر: انسان کی توجہ خالق کی طرف مبذول ہوجاتی ہے۔

۲- تشکر: تمام مظاہر قدرت انسان کے فائدے کے لئے تخلیق کیے گئے ہیں۔

### ☆ آیات 63 - 67:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا --اور رحمان کے بندے زمین پر چلتے ہیں آہستگی سے-- وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا --اور جب اُن سے الجھتے ہیں جذباتی لوگ تو وہ کہتے ہیں سلام (63) وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا --اور جو رات بسر کرتے ہیں اپنے رب کے حضور سجدے اور قیام کرتے ہوئے (64) وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ --جو دُعا مانگتے رہتے ہیں-- رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ --اے ہمارے رب! دوزخ کا عذاب ہم سے دُور کردے-- اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا --بے شک اس کا عذاب چمٹنے والا ہے (65) اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا --دوزخ بری جگہ ہے مستقل رہنے کے اعتبار سے اور عارضی رہنے کے اعتبار سے (66) وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا --اور جب وہ خرچ کرتے ہیں تو اسراف نہیں کرتے-- وَلَمْ يَقْتُرُوْا --اور نہ بخل کرتے ہیں-- وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا --اور ان کی روش ہوتی ہے اعتدال کی (67)

- ان آیات میں اللہ کے محبوب بندوں کو عبادالرحمان کہہ کر پکارا گیا ہے۔ یہ بہت ہی پیارے الفاظ ہیں۔ کسی بھی انسان کے لئے لفظ ''عبد'' اللہ کو بہت ہی عزیز ہے۔ یہ لفظ شرک کی جڑ کاٹ دیتا ہے اور انسان کے مقصدِ تخلیق یعنی عبادت کو ظاہر کرتا ہے۔ قرآنِ حکیم میں اکثر و بیشتر جب نبی اکرمؐ پر کسی نعمت کا بیان ہوتا ہے تو آپؐ کے لئے عبد کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے (بنی اسرائیل: 1، الکھف: 1، الفرقان: 1)۔ اسی طرح سے رحمان اللہ کی سب سے پیاری صفت یعنی رحمت کے جوش اور عروج کا اظہار ہے اور ہم اللہ کی اسی شان کے سب سے زیادہ محتاج ہیں۔
- ان پانچ آیات میں عبادالرحمان کی پانچ صفات بیان کی گئی ہیں:

ا- تواضع وانکساری: انسان کی چال اس کی سوچ اور شخصیت کی عکاس ہوتی ہے۔ کسی انسان میں اگر تکبر ہو تو اس کا اظہار اس کی چال سے ہوجاتا ہے۔ عباد الرحمٰن کی چال ظاہر کرتی ہے کہ وہ خود کو آقا نہیں بلکہ بندہ سمجھتے ہیں۔ شیخ سعدیؒ کا قول ہے کہ درخت کی جس شاخ پر پھل لگ جاتے ہیں وہ جھک جاتی ہے۔ نبی اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ (مسلم)

ایسا شخص جنت میں داخل نہ ہوگا جس کے دل میں ذرے کے برابر بھی تکبر ہوگا

کہہ رہا ہے شورِ دریا سے سمندر کا سکوت

جس میں جتنا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

۲ - حکمت دعوت وتبلیغ : اللہ کے محبوب بندے موقع ومحل کی مناسبت سے اپنی دعوت دوسروں تک پہنچاتے ہیں۔ وہ اپنی بات کسی پر ٹھونسنا نہیں چاہتے۔ جب وہ دیکھتے ہیں کہ سننے والا Receptive Mood میں ہے تو اسی وقت اپنی بات اس کے سامنے رکھتے ہیں۔ اگر سننے والا بحث پر آمادہ ہو تو بڑی خوبصورتی سے سلام کہہ کر الگ ہوجاتے ہیں تاکہ آئندہ بھی گفتگو کا موقع باقی رہے۔

( القصص :55 ، المزمل :10 )

۳ - نمازِ تہجد کا اہتمام : اللہ کے محبوب بندے فرض نمازوں کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ قربِ الٰہی کے حصول کے لئے رات کی تنہائی میں نمازِ تہجد ادا کرتے ہیں۔ نمازِ تہجد طویل قیام وسجود کے ساتھ ادا کرنا سنت نبویؐ ہے۔ طویل قیام کے لئے ضروری ہے کہ قرآنِ کریم کا زیادہ سے زیادہ حصّہ حفظ کیا جائے اور اس کی ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کے ساتھ نمازِ تہجد ادا کی جائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ مِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ

اور رات میں پھر اس (قرآن) کے ساتھ تہجد ادا کرو (بنی اسرائیل :79)

يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ O قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا O نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا O
اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا O

اے کمبل میں لپٹنے والےؐ قیام کیجئے رات کو سوائے تھوڑی سی رات
کے۔ آدھی رات یا اس میں سے کچھ کم کر لیجئے یا کچھ زیادہ کر لیجئے
اور ٹھہر ٹھہر کر قرآن کی تلاوت کیجئے۔ (المزمل :1 - 4)

قرآن حکیم میں دیگر مقامات پر بھی اللہ کے محبوب بندوں کی یہ صفت بیان ہوئی کہ وہ رات میں نمازِ تہجد کے ذریعہ اللہ سے لو لگانے کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں۔

( آلِ عمران :17 ، السجدہ :16 ، الزمر :9 ، الذاریت :17-18 )

۴ - جہنم کے عذاب کا خوف : اللہ کے محبوب بندے باجود اپنی نیکیوں اور عبادات کے جہنم میں جانے کے خوف سے لرزاں وترساں رہتے ہیں اور اپنے رب سے جہنم سے پناہ کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ حسن بصریؒ کا قول ہے کہ ''مومن نیکی کرتا ہے اور ڈرتا رہتا ہے اور منافق بدی کرتا ہے اور بے فکر رہتا ہے''۔ جہنم کے بارے میں قرآنِ حکیم میں بار بار بِئْسَ الْمَصِيْرُ کے الفاظ آئے ہیں یعنی جہنم انتہائی بری جگہ ہے خواہ وہاں کسی نے ہمیشہ رہنا ہو یا عارضی طور پر۔ دنیا میں کسی بری جگہ پر تھوڑی دیر کے لئے جانے سے ایک **Change** اور **Adventure** محسوس ہوتا ہے لیکن جہنم عارضی طور پر جانے والے کو بھی اپنی پوری ہولناکی دکھا دے گی۔ اَللّٰهُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّارِ ۔

۵ - کفایت شعاری ومیانہ روی : اللہ کے محبوب بندے ضروریات زندگی کی فراہمی کے لئے انتہائی احتیاط اور کفایت شعاری سے مال خرچ کرتے ہیں۔ نمود ونمائش کے لئے نہ زیادہ خرچ کرتے ہیں اور نہ ہی مال جمع کرنے کی ہوس میں بخل سے کام لیتے ہیں۔ نبی اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ مجھے میرے رب نے نو باتوں کا حکم دیا ہے ان میں سے ایک بات ہے ''اَلْقَصْدُ فِى الْفَقْرِ وَ الْغِنٰى'' یعنی میانہ روی اختیار کرنا تنگدستی اور کشادگی میں (رزین)۔ آپؐ کا ایک اور ارشاد ہے :

مَاۤ اَحْسَنَ الْقَصْدُ فِى الْغِنٰى ! مَاۤ اَحْسَنَ الْقَصْدُ فِى الْفَقْرِ !
مَاۤ اَحْسَنَ الْقَصْدُ فِى الْعِبَادَةِ !

کیا ہی اچھی ہے میانہ روی کشادگی میں ! کیا ہی اچھی ہے میانہ روی
تنگدستی میں ! کیا ہی اچھی ہے میانہ روی عبادت میں ! ( کنز العمال )

صدقاتِ نافلہ کے ضمن میں بھی انفاق کے حوالے سے میانہ روی کا طرزِ عمل پسندیدہ ہے۔

☆ **آیات 68 - 71:**

**وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ** --اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے-- **وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ** --اور وہ کسی جان کو قتل نہیں کرتے جسے اللہ نے محترم ٹھہرایا ہے مگر جائز طریقے یعنی شریعت کے حکم سے--**وَلَا يَزْنُوْنَ** --اور بدکاری نہیں کرتے--**وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا** -- اور جو یہ کام کرے گا اُس کا وبال پائے گا (68) **يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ** --بڑھایا جائے گا اس کے لئے عذاب روزِ قیامت-- **وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا**--اور ذلّت وخواری سے ہمیشہ اُس میں رہے گا (69) **اِلَّا مَنْ تَابَ** --مگر جس نے توبہ کی-- **وَاٰمَنَ** --اور ایمان لایا--**وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا**--اور اچھے کام کئے-- **فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ** --تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا--**وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا** --اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے (70) **وَمَنْ تَابَ** --اور جو توبہ کرتا ہے--**وَعَمِلَ صَالِحًا** --اور عمل کرتا ہے اچھا-- **فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا**--تو بے شک وہ ہی اللہ کے حضور سچی توبہ کرتا ہے (71)

- کسی شے کی ضد پر غور کیا جائے تو اُس شے کی اصل اہمیت سمجھ میں آتی ہے۔ نبی اکرمؐ کی تربیت کے نتیجہ میں صحابہ کرامؓ عباد الرحمان کے مقام پر پہنچ چکے تھے اور متذکرہ بالا صفات کے حامل تھے۔ انؓ کے سیرت وکردار کی بلندی کو نمایاں کرنے کے لئے اب ایسے بڑے بڑے گناہوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جن میں ان کے مدمقابل مخالفین ملوث تھے۔ یہ بڑے بڑے گناہ تین ہیں شرک، قتلِ ناحق اور زنا۔

- شرک: شرک کی کئی اقسام ہیں لیکن یہاں ایک جلی شرک یعنی غیر اللہ کو پکارنے کا بیان ہے۔ شرک انسان کی سوچ کو غلط رخ پر موڑ دیتا ہے اور اس کے پورے کردار کی تعمیر ہی ایک ٹیڑھی بنیاد پر استوار ہوتی ہے۔

خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

خاص طور پر اللہ کے سوا کسی اور کی مدد وشفاعت کی امید، انسان کے اندر سے خداخوفی اور آخرت کی جواب دہی کے احساس کو ختم کر دیتی ہے اور انسان کو عمل سے دور کر دیتی ہے۔

- قتلِ ناحق: انسانیت مل جل کر رہنے اور ایک دوسرے کی جان، مال اور عزت کی حفاظت کرنے کا نام ہے۔ ایک انسان اگر ناحق دوسرے انسان کو قتل کر دے تو یہ گویا پوری انسانیت وتمدن کا قتل ہے (المائدہ: 32)۔ البتہ مندرجہ ذیل صورتوں میں کسی انسان کی جان لی جا سکتی ہے:

۱- شادی شدہ زانی کو سنگسار کرنا (بخاری)
۲- قاتل کی بطور قصاص جان لینا (البقرۃ: 178)
۳- حربی کافر کو قتل کرنا (التوبہ: 111)
۴- گستاخِ رسولؐ کو قتل کرنا (الرحیق المختوم صفحہ: 380 - 386)
۵- اسلام سے مرتد ہونے والے کو قتل کرنا (البقرۃ: 54)
۶- رہزن یا اسلامی حکومت کے باغی کو قتل کرنا (المائدہ: 33)

- زنا: زنا کی وجہ سے پورا معاشرہ ناپاک ہو جاتا ہے، خاندانی زندگی کا استحکام متاثر ہوتا ہے، اولاد کے جائز ہونے کے بارے میں شکوک پیدا ہو جاتے ہیں، گھر میں

اولاد کی مناسب تربیت نہیں ہوتی اور پورا معاشرہ ذمہ دار اور خدا ترس رجالِ کار سے محروم ہوجاتا ہے۔

- کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے۔ اسی لئے فرمایا کہ جو ان گناہوں کا ارتکاب کرے گا اسے اس کی سزا مل کر رہے گی۔ سزا کے لئے لفظ ''اَثَاماً'' استعمال ہوا ہے جو اثم (گناہ) سے بنا ہے۔ اس کا مفہوم ہے گناہ کا نتیجہ یا وبال۔
- **يُضٰعَفُ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ** (روزِ قیامت اُس کے لئے بڑھایا جائے گا عذاب) کے الفاظ درحقیقت عذابِ قبر کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جسے روزِ قیامت مزید بڑھا دیا جائے گا۔ سورۂ مومن آیت **46** میں بھی عذابِ قبر کی طرف اشارہ ہے۔

## توبہ اور اس کی اہمیت

- توبہ کے معنی ہیں متوجہ ہونا۔ جب بندہ اللہ کی طرف بخشش کے حصول کے لئے متوجہ ہوتا ہے تو تَابَ اِلیٰ کے الفاظ آتے ہیں اور جب اللہ نظرِ کرم فرمانے کے لئے بندے کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس کے لئے تَابَ عَلیٰ کے الفاظ آتے ہیں۔ کئی احادیث سے ثابت ہے کہ توبہ کے بعد انسان ایسے ہوجاتا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ اللہ اس سے بہت خوش ہوتا ہے کہ اُس کا کوئی گناہ گار بندہ ندامت کے احساس کے ساتھ اُس کے حضور توبہ کرے۔

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لئے
قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے

- اکثر مذاہب میں توبہ کا تصور نہیں۔ مادی اور اخلاقی قوانین کو بالکل یکساں مانا جاتا ہے۔ تصور یہ دیا جاتا ہے کہ جیسے کسی طبعی عمل کا نتیجہ ظاہر ہوکر رہتا ہے، اسی طرح گناہ کی سزا بھی مل کر رہے گی۔ زہر کھا لینے کے بعد کتنی ہی ندامت ہو اس کا اثر لازماً ہوگا۔ اسی طرح گناہ کرنے کے بعد ندامت لاحاصل ہے۔ اس تصور کی وجہ سے انسان پر مایوسی طاری ہوتی ہے، وہ گناہوں پر کاربند رہتا ہے اور معاشرے کی اصلاح نہیں ہوسکتی۔ دینِ اسلام توبہ کے تصور کے ذریعہ انسان کو سابقہ گناہوں پر بخشش کی امید دلا کر آئندہ کے لئے اصلاح پر تیار کرتا ہے جس کے مثبت اثرات پورے معاشرے پر پڑتے ہیں۔
- توبہ کی تین صورتیں ہیں:

۱- گناہ کے بعد فوری توبہ کر لینا۔ ایسی توبہ لازماً قبول ہوتی ہے۔ (النساء:**17**)

۲- موت کے وقت توبہ کرنا۔ ایسی توبہ ہرگز قبول نہیں ہوتی۔ (النساء:**18**)

**اِنَّ اللّٰهَ يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَالَمْ يُغَرْغِرْ** (ترمذی)

بے شک اللہ بندے کی توبہ قبول کرتا ہے جب تک اس پر نزاع کی کیفیت طاری نہ ہو

۳- کثرتِ گناہ کے بعد بھی اگر سچی توبہ کی جائے تو قبول ہوجاتی ہے۔ (الزمر:**53**)

- توبہ کی شرائط:

۱- حقیقی ندامت وافسوس ۲- آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد

۳- گناہ کو عملاً ترک کردینا ۴- کسی بندے کے ساتھ زیادتی کی صورت میں اُس کا حق لوٹانا یا اُس سے معاف کرانا

- گناہ کی وجہ سے انسان ایمانِ حقیقی سے محروم ہوجاتا ہے لہٰذا اس مقام پر فرمایا گیا کہ جو اپنے ایمان کی تجدید کرے اسی کی توبہ قبول ہوتی ہے۔
- توبہ کی افادیت یہ ہے کہ نامہ اعمال سے نہ صرف گناہ مٹا دیے جاتے ہیں بلکہ ان کی جگہ نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور جب بھی انسان کو ان گناہوں پر ندامت ہوتی ہے تو ان کی جگہ نیکیاں لکھی جاتی رہتی ہیں۔
- آخر میں فرمایا گیا کہ جو کوئی توبہ کے بعد اچھا عمل کرے گا تو گویا اُس نے توبہ کرنے کا حق ادا کردیا۔ اگر توبہ کے ذریعہ انسان کے عمل کی اصلاح ہوگئی تو یہ ہی توبہ کی

قبولیت کی علامت ہے۔

### ☆ آیات 72 - 76:

**وَالَّذِیْنَ لَا یَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ** --اور وہ جو جُھوٹ پر موجودگی گوارا نہیں کرتے--**وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا کِرَامًا**-- اور جب گزرتے ہیں کسی لایعنی کام کے پاس سے تو گزرتے ہیں بے نیازی سے (72) **وَالَّذِیْنَ اِذَا ذُکِّرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ** --اور جب اُن کو نصیحت کی جاتی ہے ان کے رب کی آیات کے ذریعہ--**لَمْ یَخِرُّوْا عَلَیْهَا صُمًّا وَّعُمْیَانًا** --تو اُن پر اندھے اور بہرے ہو کر نہیں گرتے (بلکہ توجہ سے سنتے ہیں) (73) **وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ** --اور وہ جو دُعا مانگتے رہتے ہیں کہ-- **رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا** --اے پروردگار ہم کو ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے عطا فرما--**قُرَّةَ اَعْیُنٍ** --آنکھوں کی ٹھنڈک--**وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا** --اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا (74) **اُولٰٓئِکَ یُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا** --ان لوگوں کو صبر کے بدلے اُونچے اُونچے محل دیئے جائیں گے-- **وَیُلَقَّوْنَ فِیْهَا تَحِیَّةً وَّسَلٰمًا**--اور وہاں فرشتے ان سے دُعا وسلام کے ساتھ ملاقات کریں گے (75) **خٰلِدِیْنَ فِیْهَا** --اُن میں وہ ہمیشہ رہیں گے--**حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا** --اور وہ بہت ہی عمدہ جگہ ہے مستقل رہنے کے اعتبار سے اور عارضی رہنے کے اعتبار سے (76)

- ان پانچ آیات میں عباد الرحمان کی پانچ صفات بیان کی گئی ہیں:

۱- حق کے لئے غیرت وحمیت: اللہ کے محبوب بندے اگر کہیں جھوٹی بات، جھوٹا معاملہ، غلط لین دین یا کوئی کسی سازش کی منصوبہ بندی ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں تو اس میں شرکت تو کجا وہاں اپنی موجودگی تک گوارا نہیں کرتے۔

۲- لایعنی باتوں سے نفرت: اللہ کے محبوب بندوں کا بذاتِ خود کسی لغو (لایعنی) بات میں ملوث ہونا تو بہت دور کی بات ہے' اگر کہیں لغو کام ہو رہا ہو تو وہاں سے بڑے وقار اور شانِ بے نیازی سے گزر جاتے ہیں۔

۳- آیات سے استفادہ: اللہ کے محبوب بندے اپنے رب کی آیاتِ آفاقی کا کھلی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں، آیاتِ قرآنی کو کھلے کانوں سے سنتے ہیں اور ان کا اثر لے کر اپنے عمل کی اصلاح کرتے ہیں۔ یہاں ایک بار پھر اشارہ ان مخالفین کی طرف ہے جو تعصب میں اندھے اور بہرے ہو کر نبی اکرمؐ کی دعوتِ قرآنی کی مخالفت کر رہے تھے۔

۴- بیوی اور اولاد کے لئے دعا: انسان کی اصل سوچ اور اقدار (Values) کا اندازہ اس کا اپنی اولاد کے بارے میں تمناؤں اور منصوبہ بندی سے ہوتا ہے۔ رحمان کے بندے دعا کرتے ہیں کہ ان کی بیویاں اور اولادیں نیک ہوں تاکہ دنیا میں بھی ان کی طرف سے چین اور راحت نصیب ہو اور آخرت میں بھی وہ ان کے لئے ذریعۂ ترقی درجات وصدقۂ جاریہ ثابت ہوں۔ اس حوالے سے قرآنِ حکیم میں حضرتِ ابراہیمؑ کی دعائیں نیک والدین کی تمناؤں کا بہترین اظہار ہیں۔(البقرۃ:124،124 ابراہیم:40)

۵- آخرت میں جواب دہی کا احساس: ہر انسان اپنے کنبے کا قائد وامام ہے۔ حدیثِ مبارکہ ہے:

**كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ**

تم میں سے ہر اک نگران ہے اور اس سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ (بخاریؒ)

اللہ کے محبوب بندے دعا کرتے ہیں کہ ان کے ماتحت متقی وخدا ترس ہوں تاکہ

آخرت میں باز پُرس کے وقت شرمندگی نہ ہو۔ اس دعا سے یہ بھی مراد ہے کہ اللہ ہمیں ایسے اچھے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے جن کی پیروی متقی لوگ کریں۔

- عبادالرحمان کا حسین انجام:
- عبادالرحمان کو جنت کے بالاخانے عطا کیے جائیں گے اس لئے کہ انہوں نے رحمان کے بندے ہونے کا مقام اور اوپر بیان شدہ صفات انتہائی صبر کا مظاہرہ کر کے حاصل کیں۔ ایک صبر تو وہ ہوتا ہے جو حادثات وغیرہ پر انسان کو کرنا ہی پڑتا ہے لیکن قرآن کا انسانِ مطلوب بننے کے لئے صبر کی مندرجہ ذیل چار صورتیں اختیار کرنی پڑیں گی:

۱- صبر علی الطاعة ۲- صبر عن المعصیه

۳- صبر علی البلاء ۴- صبر عن الدنیا

- جنت میں عارضی قیام کی لذت حضرات انبیاء اور شہداء حاصل کر رہے ہیں۔ (یٰس آیت: **26**) آخرت میں حاضری کے بعد وہ ہمیشہ ہمیش کے لئے جنت میں داخل کر دیے جائیں گے۔

☆ **آیت 77:**

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي -- کہہ دو میرا رب تمہاری کچھ پروا نہیں کرتا-- لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ --اگر نہ ہوتا تم کو دعوت دینا--فَقَدْ كَذَّبْتُمْ --پس تم نے جھٹلا دیا ہے--فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا--سو عنقریب لازم ہوگی (تمہارے لئے) اِس کی سزا۔

- اس آیت کے دو ترجمے ممکن ہیں۔

۱- میرے رب کو تمہاری کوئی پروا نہیں (یا کیا پروا) ہے اگر نہ ہو تمہارا اس سے دعا کرنا۔ (دُعَاءُ كُمْ - مرکب اضافی ہے)

مشرکین مشکل پڑنے پر معبودانِ باطل کو بھول جاتے تھے اور صرف اللہ ہی کو پکارتے تھے۔ (الانعام: **41**، یونس: **22**)

۲- میرے رب کو تمہاری کوئی پروا نہیں (یا کیا پروا) ہے اگر نہ ہوتا تمہیں دعوت دینا (دُعَاءُ كُمْ میں كُمْ مفعول ہے)۔

تمہاری ضرورت نہ اللہ کو ہے نہ ہی رسولؐ کو۔ یہ فریضہ رسالت ہے جو نبی اکرمؐ ادا فرما رہے ہیں تاکہ تم پر اتمام حجت ہو سکے۔ البتہ تم حق کو جھٹلا چکے ہو لہٰذا عنقریب انجامِ بد سے دوچار رہو گے۔

## منتخب نصاب حصّہ سوم

# درسِ سوم : سورة التحريم

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ O بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِO

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ( 1 ) قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ وَاللّٰهُ مَوْلٰكُمْ
وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ( 2 ) وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا
فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا
نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ( 3 ) اِنْ
تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ
وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ( 4 )عَسٰى
رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ
عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ( 5 ) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ

وَاَهۡلِيۡكُمۡ نَارًا وَّقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ عَلَيۡهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا
يَعۡصُوۡنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمۡ وَيَفۡعَلُوۡنَ مَا يُؤۡمَرُوۡنَ ( 6 ) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا
لَاتَعۡتَذِرُوا الۡيَوۡمَ اِنَّمَا تُجۡزَوۡنَ مَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ( 7 ) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ
اٰمَنُوۡا تُوۡبُوۡا اِلَى اللّٰهِ تَوۡبَةً نَّصُوۡحًا عَسٰى رَبُّكُمۡ اَنۡ يُّكَفِّرَ عَنۡكُمۡ سَيِّاٰتِكُمۡ
وَيُدۡخِلَكُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ يَوۡمَ لَا يُخۡزِى اللّٰهُ النَّبِىَّ
وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ نُوۡرُهُمۡ يَسۡعٰى بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِمۡ وَبِاَيۡمَانِهِمۡ يَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَآ
اَتۡمِمۡ لَنَا نُوۡرَنَا وَاغۡفِرۡلَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ( 8 ) يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ
جَاهِدِ الۡكُفَّارَ وَالۡمُنٰفِقِيۡنَ وَاغۡلُظۡ عَلَيۡهِمۡ ؕ وَمَاۡوٰهُمۡ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئۡسَ
الۡمَصِيۡرُ ( 9 ) ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيۡنَ كَفَرُوا امۡرَاَتَ نُوۡحٍ وَّامۡرَاَتَ
لُوۡطٍ ؕ كَانَتَا تَحۡتَ عَبۡدَيۡنِ مِنۡ عِبَادِنَا صَالِحَيۡنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمۡ يُغۡنِيَا
عَنۡهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيۡئًا وَّقِيۡلَ ادۡخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيۡنَ ( 10 )
وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيۡنَ اٰمَنُوا امۡرَاَتَ فِرۡعَوۡنَ اِذۡ قَالَتۡ رَبِّ ابۡنِ لِىۡ
عِنۡدَكَ بَيۡتًا فِى الۡجَنَّةِ وَنَجِّنِىۡ مِنۡ فِرۡعَوۡنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِىۡ مِنَ الۡقَوۡمِ
الظّٰلِمِيۡنَ ( 11 ) وَمَرۡيَمَ ابۡنَتَ عِمۡرٰنَ الَّتِىۡۤ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا
فَنَفَخۡنَا فِيۡهِ مِنۡ رُّوۡحِنَا وَصَدَّقَتۡ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتۡ مِنَ
الۡقٰنِتِيۡنَ ( 12 )

☆ **تمہیدی نکات:**

۱ - منتخب نصاب کے حصّہ سوم کا درسِ سوم قرآن حکیم کی ایک مکمل مدنی سورۃ ’’ سورة التحريم ‘‘ پر مشتمل ہے۔

۲ - اس مقام کا موضوع ہے ’’خاندانی زندگی سے متعلق ہدایات‘‘۔

۳ - پوری سورۃ میں یہ حقیقت بار بار اور تاکیداً بیان کی گئی کہ تمام معاملاتِ زندگی اور بالخصوص خاندانی زندگی میں محبت اور نرمی کا رویہ اگرچہ مطلوب ہے لیکن اس کا حد سے تجاوز نقصان دہ ہوتا ہے۔

۴ - سورة التحريم دراصل سورۂ طلاق کا جوڑا ہے۔ دونوں سورتوں کا آغاز ’’یٰاَیُّھَا النَّبِی‘‘ سے ہوتا ہے۔ دونوں سورتوں کا حجم تقریباً برابر ہے اور دونوں میں آیات کی تعداد ۱۲ ہے۔ دونوں سورتوں کا موضوع ہے خاندانی زندگی۔ میاں اور بیوی میں عدم موافقت کی صورت میں ہدایات سورۂ طلاق میں ہیں اور ان کے درمیان موافقت کی صورت میں ہدایات سورة التحريم میں۔

۵ - مضامین کے اعتبار سے اگر تجزیہ کیا جائے تو سورة التحريم کے تین حصے ہیں:

i - آیات **1 - 5** : شوہر اور بیوی کے لئے ہدایات

ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ شوہر اور بیوی محبت‘ الفت‘ اعتماد اور حسن ظن میں اتنا آگے نہ بڑھیں کہ اللہ کی مقرر کردہ حد سے تجاوز ہو جائے۔

ii - آیات **6 - 9** : سربراہِ خاندان کی ذمہ داری

اس حصہ میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ خاندان کا سربراہ نہ صرف اپنے خاندان کی کفالت کا ذمہ دار ہے بلکہ ان کی دینی و اخلاقی رہنمائی و تربیت کا بھی پابند ہے تاکہ انہیں عذاب اخروی سے محفوظ کر سکے۔

iii - آیات **10 - 12** : بیوی کا علیحدہ تشخص

ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ ایک عورت دنیا میں بحیثیت بیوی خاندانی امور میں اپنے شوہر کے تابع ہے لیکن روز قیامت اس کا معاملہ ذاتی حیثیت میں بالکل جداگانہ ہوگا اور وہ اپنے کردار و عمل کی بنیاد پر جنت یا جہنم کی حق دار ہوگی۔

# آیات پرغوروفکر

## **پہلا حصّہ** : آیات 1 - 5 : شوہراور بیوی کے لئے ہدایات

☆ آیت: 1 :

**یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ** --اے نبیؐ -- **لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ** --کیوں ترک کرتے ہیں اس شے کو جو اللہ نے جائز کی ہے آپؐ کے لئے؟ --**تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ** --کیا آپ اِس سے اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہیں؟-- **وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ** --اوراللہ بخشنے والامہربان ہے ( 1 )

- نبی اکرمؐ نے اپنی ازواج کے احساسات وجذبات کا پاس رکھنے کے نیک جذبے کے ساتھ ایک خاص قسم کا شہد ( جس سے مغافیر کی بو آتی تھی ) استعمال نہ کرنے کی قسم کھالی (متفق علیہ)۔ نبی اکرمؐ کا عمل امت کے لئے نمونہ ہے اوراس بات کا اندیشہ تھا کہ آپؐ کے امتی آپؐ سے مثالی محبت رکھتے ہوئے آپؐ کی پیروی میں اللہ کی حلال کردہ شے کا استعمال ترک کردیں گے۔اسی لئے اللہ نے آپؐ کومتوجہ فرمایا۔اس سے قبل بنی اسرائیل نے اونٹ کا گوشت محض اس لئے اپنے اوپر حرام کرلیا تھا کہ حضرت یعقوبؑ کواس سے رغبت نہ تھی ( آل عمران :93 )۔
- اللہ کے رسولؐ کے لئے تو ممکن ہی نہ تھا کہ کسی حرام شے کو حلال کرلیتے۔آپؐ نے صرف حلال کا استعمال ترک کیا۔امت کے لئے ہدایت ہے کہ وہ بیویوں کی دلجوئی میں اللہ کی حلال کردہ شے کوحرام یا حرام کردہ شے کوحلال نہ کرلے۔
- اس آیت میں ’’لِمَ ‘‘ سوالیہ نہیں بلکہ تقریری ہے یعنی آپؐ کومتوجہ کیا گیا کہ ’’کیوں اپنے اوپر حرام ٹھہراتے ہیں جو اللہ نے آپؐ کے لئے حلال کیا ‘‘۔اس آیت میں بظاہر گرفت ہے لیکن ’’ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَحِیْمٌ ‘‘ کے الفاظ سے اللہ کی آپؐ کے لئے محبت پوری طرح چھلک رہی ہے۔
- قرآنِ حکیم میں حضراتِ انبیاء کی جوخطائیں بیان کی گئی ہیں، اس حوالے سے حسبِ ذیل نکات ہمیشہ پیشِ نظر رہنے چاہئیں :
  - حضراتِ انبیاء کی خطائیں حسن نیت سے آراستہ یعنی کسی بھی ذاتی مفاد یا نفسانیت سے پاک ہوتی ہیں۔
  - حضراتِ انبیاء کی خطائیں جانبِ خیر ہوتی ہیں۔
  - انبیاء کے اعلیٰ مقام کے اعتبار سے خطائیں قرار پاتی ہیں ورنہ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّاٰتُ الْمُقَرَّبِیْنَ (عام نیکوکاروں کی نیکیاں مقربین کے لئے خطائیں قرار پاتی ہیں)۔
  - انبیاء اس معنی میں معصوم ہیں کہ ہرآن اُن پر اللہ کی توجہ ہوتی ہے اور جیسے ہی اُن سے خطا ہوتی ہے انہیں فوراً متوجہ کردیا جاتا ہے کیوں کہ انہیں دیگر انسانوں کے لئے اُسوہ یعنی نمونہ بننا ہوتا ہے۔
  - انبیاء کی خطاؤں کے بیان سے شرک کی جڑ کٹتی ہے کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے:

**اَلرَّبُّ رَبٌّ اِنْ تَنَزَّلَ وَالْعَبْدُ عَبْدٌ اِنْ تَرَقّٰی**

رب، رب ہی ہے خواہ کتنا قریب اتر آئے اور بندہ بندہ ہی ہے
خواہ کتنے بلند درجے پر پہنچ جائے۔ (ابن عربی )

☆ آیت: 2 :

**قَدْ فَرَضَ اللّٰہُ لَکُمْ تَحِلَّۃَ اَیْمَانِکُمْ** --اللہ نے تم لوگوں کے لئے تمہاری قسموں کا کفارہ مقرر کردیا ہے-- **وَاللّٰہُ مَوْلٰکُمْ** --اور اللہ تمہارا کارساز ہے--

وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ--اور وہ دانا اور حکمت والا ہے ( 2 )

- تَحِلَّةَ کا مادہ ہے ح ل ل۔اس کے معنی ہیں کھولنا۔یعنی قسموں کو توڑنے پر کفارہ ادا کرنا۔ سورۃ المائدہ آیت: **89** میں قسم توڑنے پر کفارہ ادا کرنے کی تفصیل موجود ہے یعنی دس مساکین کو کھانا کھلانا یا لباس پہنانا یا ایک غلام کو آزاد کرنا اور اگر کوئی ان میں سے کسی بھی صورت کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو تین دن کے روزے رکھنا۔
- ''مولیٰ '' کے معنی ہیں حمایتی، پشت پناہ، خیر خواہ۔تم قسم کھا کر ایک مشکل میں پڑ گئے اور اللہ نے کفارہ بتا کر تمہیں مشکل سے نکال دیا۔اللہ کی صفات علیم اور حکیم کا بیان ظاہر کر رہا ہے کہ اللہ کا ہر حکم اس کے علمِ کامل کی بنیاد پر ہوتا ہے اور اس میں ضرور کوئی حکمت پوشیدہ ہوتی ہے۔

☆ آیت:**3** :

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا --اور یاد کرو جب نبیؐ نے اپنی ایک زوجہ سے اِک راز کی بات کہی -- فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ -- تو اُس زوجہ نے وہ بات (دُوسری کو) بتادی -- وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ --اور اللہ نے اِس سے نبیؐ کو آگاہ فرمادیا -- عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ -- تو نبیؐ نے اُن زوجہ کو وہ بات کچھ تو جتائی اور کچھ نہ بتائی -- فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ -- تو جب وہ اُن کو جتائی -- قَالَتْ -- پوچھنے لگیں -- مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا -- آپؐ کو کس نے بتایا؟ -- قَالَ --اُنہوں نے کہا -- نَبَّاَنِىَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ-- مجھے اُس نے بتایا جو جاننے والا خبردار ہے ( 3 )

- نبی اکرمؐ نے کوئی بات بطورِ راز ایک زوجہ ُمطہرہؓ کو بتائی۔انہوں نے حسنِ ظن، اعتماد اور بے تکلفی کی بنا پر وہ بات دوسری زوجہ ُمطہرہؓ کو بتادی۔اللہ نے نبیؐ کو اس پر مطلع فرمادیا۔زوجہ ُمطہرہؓ کا یہ عمل اس صفت کے منافی تھا جو سورۃ النساء آیت: **34** میں ایک صالح بیوی کے لئے حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ کے الفاظ میں بیان کی گئی ہے یعنی ایک صالح بیوی شوہر کے راز، مال اور عصمت کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہے۔ ازواجِ مطہراتؓ امت کی مائیں (الاحزاب: **6** ) اور تمام مسلمان خواتین کے لئے نمونہ ہیں، لہٰذا اللہ نے انہیں اِس خطا پر متوجہ فرمایا۔
- نبی اکرمؐ کے ساتھ جن لوگوں کا صرف امتی کا رشتہ تھا ان کا معاملہ اتنا نازک نہیں تھا، لیکن جو ہستیاں امتی کے ساتھ ساتھ آپؐ سے دیگر رشتوں میں بھی منسلک تھیں، ان کا معاملہ انتہائی حساس تھا۔اسی لئے سورہ ُحجرات آیت: **7** میں حکم دیا گیا کہ نبی اکرمؐ کے ساتھ تمہارا اہم ترین تعلق رسول کی نسبت سے ہے۔ان سے گفتگو یا کوئی معاملہ کرتے ہوئے اسی نسبت کو سامنے رکھنا تا کہ ان کے ادب واحترام کا پورا لحاظ رہے۔
- نبی اکرمؐ نے جب زوجہ ُمطہرہؓ کو راز کے ظاہر کرنے کی خطا سے آگاہ فرمایا تو انہوں نے شوہر و بیوی کے بے تکلفی کے رشتہ کی وجہ سے کچھ شوخی کا اظہار کیا اور پوچھا مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا؟ آپؐ کو یہ بات کس نے بتائی؟اس شوخی پر اللہ نے متوجہ فرمایا۔نبی اکرمؐ کے اس جواب نے کہ'' نَبَّاَنِىَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ '' زوجہ ُمطہرہؓ کے اس شبہ کا ازالہ کر دیا کہ راز کے فاش ہونے کی اطلاع شائد ان زوجہ نے نبیؐ کو دی جن کو انہوں نے راز بتایا تھا۔
- مفسرین میں سے اکثر کی رائے ہے کہ یہاں جن دو ازواجِ مطہراتؓ کا ذکر ہے وہ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ ہیں۔
- ''عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ'' میں آپؐ کے حسنِ معاشرت کی

طرف اشارہ ہے کہ آپؐ کسی خطا پر متوجہ کرتے ہوئے بعض باتوں کو نظرانداز فرما دیتے تھے۔

- نبی اکرمؐ کو قرآن کی کسی آیت کے ذریعہ نہیں بلکہ وحیٔ خفی کے ذریعہ راز فاش ہونے کی اطلاع دی گئی۔ گویا آپؐ پر قرآن کے علاوہ بھی وحی نازل ہوتی تھی۔ منکرینِ سنت کا صرف قرآن ہی کو ہدایت کا واحد ماخذ سمجھنا درست نہیں ہے۔

☆ آیت: **4** :

**اِنۡ تَتُوۡبَاۤ اِلَى اللّٰهِ** --اگرتم دونوں اللہ کے حضور توبہ کرو-- **فَقَدۡ صَغَتۡ قُلُوۡبُكُمَا** -- تو تمہارے دِل تو مائل ہوگئے ہیں --**وَاِنۡ تَظٰهَرَا عَلَيۡهِ** -- اوراگرتم نے انؐ کے مقابلے میں باہم اعانت کی --**فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوۡلٰٮهُ** -- تو بے شک اُن کا حامی ہے اللہ-- **وَجِبۡرِيۡلُ** -- اور جبریلؑ --**وَصَالِحُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ** -- اور نیک اہلِ ایمان -- **وَالۡمَلٰٓئِكَةُ بَعۡدَ ذٰلِكَ ظَهِيۡرٌ** -- اور اُن کے علاوہ اور فرشتے بھی

مددگار ہیں ( 4 )

- اس آیت میں اِنۡ تَتُوۡبَا (اگرتم دونوں توبہ کرلو) کے الفاظ ظاہر کررہے ہیں کہ پس منظر میں معاملہ دو ازواجِ مطہراتؓ کا ہے۔
- لفظ صَغَتۡ کے حوالے سے مولانا حمیدالدین فراہیؒ نے عمدہ وضاحت فرمائی ہے کہ اس کے معنی ہیں جھکنا یا مائل ہونا۔ اگر اس لفظ کے بعد 'الیٰ' کا صلہ آئے تو اس کے معنی ہوتے ہیں ٹیڑھا ہونا جیسا کہ سورۂ انعام آیت :**113** میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ مولانا فراہی کی یہ تحقیق ''تدبر قرآن'' - جلد: **8** - صفحہ :**464** تا **468** میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ لہذا اس آیت میں جن مترجمین یا مفسرین نے صَغَتۡ کا ترجمہ کج ہونا کیا ہے وہ درست نہیں۔ جہاں معاملہ صحابہ کرامؓ یا ازواجِ مطہراتؓ کا ہو وہاں ہمیں خصوصی احتیاط سے رائے کا اظہار کرنا چاہیئے۔
- نبی اکرمؐ کے جتلانے پر ان دونوں ازواجِ مطہراتؓ نے اظہارِ ناگواری کیا جو اس معاملہ میں شریک تھیں۔ راز ظاہر کرنے والی زوجہ نے اعترافِ خطا کے بجائے پلٹ کر پوچھا مَنۡ اَنۡۢبَاَكَ هٰذَا؟ دوسری زوجہ کو یہ شکایت ہوئی کہ اگر راز میرے علم میں آگیا تو اس پر نبی اکرمؐ نے باز پرس کیوں فرمائی؟ معاملہ عام خواتین کا ہوتا تو یہ اظہارِ ناگواری اتنی بڑی بات نہ قرار دی جاتی۔ لیکن امہات المومنین کے مقامِ رفیع کے اعتبار سے اللہ نے اس اظہارِ ناگواری کو ناپسند فرمایا اور دونوں ازواج کو متوجہ فرمایا (الاحزاب :**32** )۔ فرمایا گیا کہ تم دونوں کا مل کر ہمارے نبیؐ سے ناراض ہونا مناسب نہیں۔ پھر تمہیں اپنی غلطی کا احساس ہو چکا ہے لیکن محض خودداری اور نسوانی ناز کی وجہ سے اس کا اعتراف نہیں کررہی ہو۔ یہ نہ سمجھو کہ ہمارے نبیؐ تنہا ہیں۔ ان کے مددگار اللہ، تمام فرشتے بالخصوص جبریل امینؑ اور تمام صالح اہلِ ایمان ہیں۔
- نبی اکرمؐ اور ازواج مطہراتؓ کو خطاؤں پر بظاہر سختی سے متوجہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ نبی اکرمؐ امت کے لئے اور نسوانی پہلو کے اعتبار سے ازواج مطہراتؓ امت کی تمام خواتین کے لئے نمونہ ہیں۔

☆ آیت: **5** :

**عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنۡ طَلَّقَكُنَّ** -- عجب نہیں کہ اگر نبیؐ تم کو طلاق دے دیں -- **اَنۡ يُّبۡدِلَهٗۤ اَزۡوَاجًا خَيۡرًا مِّنۡكُنَّ** --تو اُن کا رب تمہارے بدلے اُن کو تم سے بہتر ازواج دے دے -- **مُسۡلِمٰتٍ** --جو فرماں بردار-- **مُّؤۡمِنٰتٍ** --ایمان والیاں-- **قٰنِتٰتٍ** -- تابعدار-- **تٰٓئِبٰتٍ** -- توبہ کرنے والیاں -- **عٰبِدٰتٍ** -- عبادت گزار--

سٰٓئِحٰتٍ -- روزہ رکھنے والیاں -- ثَيِّبٰتٍ -- شوہر آشنا -- وَّاَبْكَارًا -- اور کنواریاں ہوں ( 5 )

- اس آیت میں وہ صفات بیان کی گئیں ہیں جو ازواجِ مطہراتؓ کے لئے مطلوب ہیں۔اگر ازواج مطہراتؓ میں سے کسی ایک میں بھی یہ صفات نہ ہوتیں تو نبی ﷺ ان زوجہ کو طلاق دے دیتے۔یہ آیت ازواج مطہراتؓ کے اعلیٰ سیرت وکردار کی دلیل ہے۔
- اس آیت میں ازواجِ مطہراتؓ کی جو صفات بیان کی گئی ہیں، ان میں سے اکثر واضح اور دیگر مقامات پر بھی اللہ کے محبوب بندوں کے لئے بیان ہوئی ہیں۔ایک خاص صفت یہاں بیان ہوئی ہے 'سائحۃ'۔ اس کے معنی ہیں لذاتِ دنیوی سے کنارہ کشی کرنا۔نبی اکرم ﷺ اور ازواجِ مطہراتؓ نے اس حوالے سے اختیاری فقر اور دنیا سے بے رغبتی کی اعلیٰ ترین مثال قائم فرمائی۔دنیا کی ہر نعمت میسر ہونے کے باوجود اسے صدقہ کر دینا اور خود کئی کئی روز کے فاقے برداشت کرنا، چولہوں میں آگ نہ جلنے کی وجہ سے گھانس کا اُگ جانا اور کئی کئی راتیں بغیر چراغ کے انتہائی تنگ حجروں میں گزارنا، دنیا کو منزل نہیں محض ایک گزرگاہ سمجھنے کی وہ عملی تصویر ہے جس کا اعتراف بڑے بڑے دشمنوں نے بھی کیا ہے۔ ہمارے لئے تو ایسی درویشی اختیار کرنا ناممکن ہے، لیکن نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''میری امت کی سیاحت جہاد فی سبیل اللہ ہے'' (ابو داوٗد)۔اللہ ہمیں اس کی سعادت عطا فرمائے۔

## **دوسرا حصّہ**: آیات 6 - 9 : سربراہِ خاندان کی ذمہ داری

☆ آیت: 6 :

**يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا** -- اے مومنو! -- **قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا** -- بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو آتشِ جہنم سے -- **وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ** -- جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں -- **عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ** -- جس پر تندخو اور سخت مزاج فرشتے مقرر ہیں -- **لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ** -- اللہ اُن کو جو حکم دیتا ہے اُس کی نافرمانی نہیں کرتے -- **وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ** -- اور کرتے وہی ہیں جس کا اُنہیں حکم دیا جاتا ہے ( 6 )

- ایک خاندان تین رشتوں پر مبنی ہوتا ہے میاں - بیوی ، والدین - اولاد اور بہن - بھائی ۔خاندان کے ہر فرد کی خواہ وہ کسی حیثیت میں ہو یہ ذمہ داری ہے کہ وہ خود کو بھی اور تمام گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچانے کے لئے کوشش کرے۔البتہ یہ ذمہ داری مردوں پر زیادہ اور بالخصوص سب سے زیادہ خاندان کے سربراہ پر عائد ہوتی ہے:

اَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ

جان لو کہ تم میں سے ہر اک نگران ہے اور اُس سے اُس کے ماتحت لوگوں کے بارے میں سوال ہوگا۔(متفق علیہ)

- اس آیت کی روشنی میں سربراہِ خاندان کا فرض ہے کہ پہلے خود احکاماتِ شریعت پر عمل کر کے خود کو جہنم کی آگ سے بچائے اور تمام اہلِ خانہ کے لئے عملی مثال بنے۔اس کے ساتھ ساتھ اہلِ خانہ کی بھی بڑی حکمت اور ثابت قدمی سے ایسی دینی واخلاقی تربیت کرے کہ وہ بھی خلافِ شریعت کاموں سے اجتناب کر کے جہنم کی آگ سے بچنے کی کوشش کریں۔
- جہنم کی آگ سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ گھر والوں کو اسلام اور دینی فرائض کے جامع تصور سے مسلسل آگاہ کیا جائے کیوں کہ اسلام پر جزوی عمل ہی دنیا میں رسوائی اور آخرت میں شدید عذاب کا باعث ہوتا ہے (البقرۃ: **85**)۔اس حوالے

سے رزقِ حلال پر قناعت اور شرعی پردے کے اہتمام کو خصوصی اہمیت دینے کی ضرورت ہے۔

- کئی کتبِ احادیث میں یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ نبی اکرمؐ نے قریش کے لوگوں کو جمع فرمایا اور ہر خاندان کو تلقین کی کہ وہ خود کو جہنم کی آگ سے بچائیں اور پھر فرمایا:

**یَا فَاطِمَةُ بِنْتِ مُحَمَّدٍ اَنْقِذِی نَفْسَکِ مِنَ النَّارِ**

**فَاِنِّیْ لاَ اَمْلِکُ لَکِ ضَرًّا وَّلاَ نَفْعًا**

''اے فاطمہؓ محمد ﷺ کی بیٹی بچاؤ اپنے آپ کو آگ سے
میں تمہارے حق میں کسی نقصان اور نفع کا اختیار نہیں رکھتا''۔(ترمذی)

- اگر آج محبت میں اہلِ خانہ کے ساتھ شریعت کی پابندی کے حوالے سے نرمی برتی جارہی ہے یا ان کی خواہشات پوری کرنے کے لئے خود انہیں خلافِ شریعت کاموں میں ملوث کیا جارہا ہے، تو یہ ان سے بدترین دشمنی کا معاملہ ہے۔ گویا اس طرزِ عمل سے انہیں جہنم کے تندخو اور سخت گیر فرشتوں کے حوالے کیا جارہا ہے جن میں رحم کا مادہ اللہ نے رکھا ہی نہیں۔
- فرشتوں کے بارے میں ایک رائے ہے کہ انہیں اللہ کی نافرمانی کرنے کا اختیار ہی نہیں۔ دوسری رائے ہے کہ وہ با اختیار ہیں لیکن بعض حقائق کا انہوں نے اس طرح سے مشاہدہ کیا ہے کہ انہیں اللہ کے معبودِ برحق ہونے پر عین الیقین حاصل ہے۔ لہذا وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے۔ البتہ فرشتوں کے درمیان اختلافِ رائے ہوتا ہے، جس کا فیصلہ بھی روزِ قیامت کر دیا جائے گا۔(الزمر: **75**)
- جہنم کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے۔ پتھر سے مراد وہ بت ہیں جو اپنے پوجنے والوں کے ساتھ جہنم میں جلیں گے (الانبیاء: **98**)، ان کی حسرت میں اضافہ کریں گے اور جہنم کی آگ کی حدت (Intensity) کو اور بڑھائیں گے۔ تجربہ سے ثابت ہو گیا ہے کہ جس آگ میں پتھر بطورِ ایندھن استعمال ہوں، اس کی حدت زیادہ ہوتی ہے۔

☆ **آیت نمبر: 7 :**

**یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا** -- اے کافرو! -- **لَا تَعۡتَذِرُوا الۡیَوۡمَ** -- آج بہانے مت بناؤ -- **اِنَّمَا تُجۡزَوۡنَ مَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ** -- تمہیں بدلہ دیا جائے گا اسی عمل کا جو تم کرتے رہے (7)

- کسی حکم کے بعد جب کفر کا ذکر ہو تو اس سے مراد اس حکم پر عمل نہ کرنا ہوتا ہے (البقرہ: **254**، آل عمران: **97**)۔ جو لوگ آیت: **6** میں واردشدہ ہدایت پر عمل نہ کریں، وہ گویا حقیقت کے اعتبار سے کافر ہیں۔ روزِ قیامت اُن کے کسی عذر کو قبول نہ کیا جائے گا۔
- **اِنَّمَا تُجۡزَوۡنَ مَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ** کے الفاظ سے مراد ہے کہ روزِ قیامت ہر انسان کے اعمال کی حقیقت ظاہر ہو جائے گی۔ ہر برا عمل درحقیقت انگارہ ہے (النساء: **10**) اور ہر اچھا عمل نور ہے۔ ان الفاظ سے ایصالِ ثواب کے مروجہ تصور کی بھی نفی ہوتی ہے۔

☆ **آیت: 8 :**

**یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا** -- اے مومنو! -- **تُوۡبُوۡۤا اِلَی اللّٰهِ** -- اللہ کے حضور توبہ کرو -- **تَوۡبَةً نَّصُوۡحًا** -- سچی توبہ -- **عَسٰی رَبُّکُمۡ اَنۡ یُّکَفِّرَ عَنۡکُمۡ سَیِّاٰتِکُمۡ** -- اُمید ہے کہ وہ تمہارے گناہ تم سے دُور کر دے گا -- **وَیُدۡخِلَکُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ** -- اور تمہیں داخل کرے گا ان باغات میں جن کے نیچے

نہریں بہہ رہی ہیں -- یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ -- اُس دن اللہ رُسوا نہیں کرے گا نبی ؐ کو -- وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ -- اور اُن لوگوں کو جو اُن کے ساتھ ایمان لائے -- نُوْرُھُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَبِاَیْمَانِھِمْ -- بلکہ اُن کا نُور اُن کے آگے اور داہنی طرف روشنی کرتا ہوا چل رہا ہوگا -- یَقُوْلُوْنَ -- اور وہ التجا کریں گے -- رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا -- اے ہمارے رب! ہمارے لئے پورا فرما دے ہمارے نور کو -- وَاغْفِرْ لَنَا -- اور ہمیں معاف فرما -- اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ -- بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے ( 8 )

- تَوْبَۃً نَّصُوْحًا سے مراد ہے خالص اور سچی توبہ۔ عام طور پر توبہ کی حسبِ ذیل چار شرائط بیان کی جاتی ہیں :

۱- حقیقی ندامت و افسوس ۲- آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد

۳- گناہ کو عملاً ترک کر دینا ۴- کسی بندے کے ساتھ زیادتی کی صورت میں اُس کا حق لوٹانا یا اُس سے معاف کرانا

تَوْبَۃً نَّصُوْحًا کے لئے حضرت علیؓ نے پانچویں شرط بھی بیان فرمائی کہ :

" انسان اپنے نفس کو اللہ کی اطاعت میں اس طرح گھلا دے جیسے اس نے گناہوں میں لذت حاصل کی تھی"۔

- " عسٰی " کا لفظ امید دلانے کے لئے ہے نہ کہ یقین دہانی کرانے کے لئے تاکہ انسان ہر وقت اللہ سے ڈرتا رہے اور اپنے گناہوں پر توبہ کرتا رہے۔
- روزِ قیامت جب لوگوں کے اعمال کے نتائج اور بظاہر نیک اعمال کی نیتیں بھی ظاہر ہوں گے تو دنیا میں بڑی جاہ و حشمت رکھنے والے اور بعض بظاہر بڑے نیک اعمال کرنے والے بھی رسوا نظر آئیں گے (مسلم شریف میں ایک شہید، عالم اور سخی کا واقعہ)۔ البتہ نبی اکرم ﷺ اور مخلص اہلِ ایمان جن کی دنیا میں توہین کی گئی، اُس روز سرخرو ہوں گے۔
- اہلِ ایمان کے سامنے اُن کے ایمانِ حقیقی کا نور ہوگا جس کا تعلق قلب سے ہوتا ہے اور اُن کے داہنی طرف اعمال کا نور ہوگا کیوں کہ نامۂ اعمال اُن کے داہنے ہاتھ میں ہوگا۔ نبی اکرم ؐ نے فرمایا" کسی کا نور اتنا تیز ہوگا کہ مدینہ سے عدن تک کی مسافت کے برابر فاصلے تک پہنچ رہا ہوگا اور کسی کا نور مدینہ سے صنعاء تک اور کسی کا اس سے کم یہاں تک کہ کوئی مومن ایسا بھی ہوگا کہ جس کا نور اس کے قدموں سے آگے نہ بڑھے گا" (ابنِ جریر)۔ اہلِ ایمان اپنے نور کے اضافے کے لئے دعا کریں گے اور اُن گناہوں پر بخشش مانگیں گے جن کے اثرات نے اُن کے نور کو دھندلا کر دیا۔ یہاں درحقیقت پُلِ صراط کے مرحلہ کا ذکر ہے۔ (اس مضمون کی مزید تفصیل سورۂ حدید آیات: 12 - 14 میں ہے )۔

### ☆ آیت: 9 :

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ -- اے نبیؐ! -- جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ -- جہاد کیجئے کافروں اور منافقوں سے -- وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ -- اور اُن پر سختی کیجئے -- وَمَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ -- اور اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے -- وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ -- اور وہ بہت بُری جگہ ہے ( 9 )

- نبی اکرم ؐ کی نرمی سے منافقین ناجائز فائدہ اٹھاتے اور منفی پروپیگنڈہ کیا کرتے تھے (التوبہ: 61 ، المجادلہ: 8 )۔ آپ ؐ کو حکم دیا گیا کہ ان کے ساتھ سختی برتیں۔ یہ آیت انہیں الفاظ کے ساتھ سورۂ توبہ آیت 73 میں بھی آئی ہے ۔

- اس آیت کا سورۃ کے مضمون کے ساتھ تعلق یہ ہے کہ اس سورۃ میں بار بار بیان کیا گیا کہ ضرورت سے زیادہ محبت ونرمی نقصان دہ ہوتی ہے۔ بیوی، اولاد اور خود اپنے نفس کو مناسب حد سے زائد رعائتیں دینے کے نتائج خطرناک ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح منافقین اور کفار کے ساتھ بھی سختی کی ضرورت ہے۔
- اس آیت میں لفظِ جہاد کشاکش اور جدوجہد کے معنی میں ہے یعنی اے نبی کفار اور منافقین کی سازشوں کو ناکام کرنے کے لئے اِن کے خلاف جدوجہد کیجئے۔ یہاں لفظِ جہاد ' قتال کے معنی میں نہیں ہے کیوں کہ نبی اکرم ﷺ نے منافقین کے ساتھ کبھی قتال نہ فرمایا۔ ورنہ ممکن تھا کہ آپ ﷺ کے اس عمل کو بعد کے ادوار میں بادشاہ اپنے مخالفین کو منافقین قرار دینے اور ان کے خلاف کاروائی کرنے کے لئے جواز بنا لیتے۔

## **تیسرا حصّہ** : آیات 10 - 12 : بیوی کا علیحدہ تشخص

اس حصہ میں بعض خواتین کی مثال بیان کر کے یہ حقیقت سامنے لائی جارہی ہے کہ روزِ قیامت مرد کو اپنا حساب دینا ہوگا اور عورت کو اپنا۔ مرد خواہ کتنا نیک ہو، اپنی بیوی کے کام نہیں آسکتا اور بیوی خواہ کتنی نیک ہو، مرد کو نہیں بچا سکتی۔ خواتین دنیا میں بیوی کی حیثیت میں تو شوہر کے تابع ہیں (النساء : 34) لیکن روزِ قیامت وہ شوہر کے تابع نہ ہوں گی اور ان کا حساب بالکل علیحدہ حیثیت میں ہوگا۔

☆ آیت : 10 :

**ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلاً لِّلَّذِیۡنَ کَفَرُوا امۡرَاَتَ نُوۡحٍ وَّامۡرَاَتَ لُوۡطٍ** -- اللہ نے کافروں کے لئے نوحؑ کی بیوی اور لُوطؑ کی بیوی کی مثال بیان فرمائی -- **کَانَتَا تَحۡتَ عَبۡدَیۡنِ مِنۡ عِبَادِنَا صَالِحَیۡنِ** -- دونوں ہمارے دو نیک بندوں کے گھر میں تھیں -- **فَخَانَتٰھُمَا** -- اور دونوں نے اُن سے خیانت کی -- **فَلَمۡ یُغۡنِیَا عَنۡھُمَا مِنَ اللّٰہِ شَیۡئًا** -- تو وہ اللہ کے مقابلے میں اُن عورتوں کے کچھ بھی کام نہ آئے -- **وَّقِیۡلَ ادۡخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِیۡنَ** -- اور اُن کو حکم دیا گیا کہ داخل ہو جاؤ دوزخ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ (10)

- اس آیت میں کافر خواتین کے لئے حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بیویوں کی مثال بیان کی گئی ہے۔ ان دونوں نے اپنے شوہروں کے ساتھ خیانت کی یعنی دونوں منافقین میں سے تھیں اور شوہروں کے رازوں کی حفاظت نہ کرتی تھیں۔ روزِ قیامت یہ جلیل القدر پیغمبر انہیں عذاب سے بچا نہ سکیں گے۔
- خیانت سے مراد یہ نہیں کہ وہ عورتیں بدکار یا قانونی کافر تھیں۔ اگر ایسا ہوتا تو نبیؑ انہیں اپنے گھر پر نہ رکھتے۔
- اس آیت میں جہنم میں داخلہ کے لئے ماضی کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے جس سے دو معانی لئے جا سکتے ہیں:

۱- ماضی کے واقعات کی طرح جہنم ایسی حقیقی وشدنی ہے کہ گویا وہ اُس میں داخل ہو گئیں۔
۲- عالم برزخ بھی دراصل ایسے لوگوں کے لئے جہنم ہی کا ایک گڑھا ہے (ترمذی) (عذابِ قبر کی طرف اشارہ)

☆ آیت : 11 :

**وَضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلاً لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوا امۡرَاَتَ فِرۡعَوۡنَ** -- اور اللہ نے مومنوں کے لئے فرعون کی بیوی کی مثال بیان فرمائی -- **اِذۡ قَالَتۡ** -- جبکہ اُس نے التجا کی -- **رَبِّ ابۡنِ لِیۡ عِنۡدَکَ بَیۡتًا فِی الۡجَنَّۃِ** -- اے میرے رب میرے لئے جنت میں اپنے پاس ایک گھر بنا -- **وَنَجِّنِیۡ مِنۡ فِرۡعَوۡنَ وَعَمَلِہٖ** -- اور مجھے نجات عطا فرما فرعون اور اس کے (سیاہ) اعمال سے -- **وَنَجِّنِیۡ مِنَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ** -- اور

مجھے نجات عطا فرما ظالم قوم سے (11)

اہلِ ایمان خواتین کے لئے فرعون کی بیوی ( حضرت آسیہ سلامٌ علیہا ) کی مثال بیان کی گئی ہے۔ باوجود اِس کے کہ انہیں محل اور اُس کی تمام آسائشیں میسر تھیں، انہوں نے دعا کی کہ مجھے یہ سارا آرام وسکون زہر لگتا ہے اور اے اللہ مجھے اپنے پاس جنت میں جگہ عطا فرما اور فرعون، اُس کے برے اعمال اور ظالم قوم سے نجات عطا فرما۔

☆ آیت :**12** :

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ --اور (اللہ نے مومنوں کے لئے دوسری مثال بیان فرمائی) عمران کی بیٹی مریم کی -- الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا -- جنہوں نے اپنی عصمت کی حفاظت کی -- فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا -- تو ہم نے اس میں اپنی روح میں سے پھونک دیا-- وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ -- اور انہوں نے اپنے رب کے کلام اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی -- وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ -- اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھیں (12)

آخری مثال حضرت مریم (سلامٌ علیہا) کی ہے جن کی پرورش حضرت زکریاؑ نے کی۔ یہودیوں نے حضرت مریم (سلامٌ علیہا) پر بدکاری کا الزام لگایا لیکن قرآنِ حکیم نے آپ کی پاک دامنی کی گواہی ہمیشہ کے لئے ثبت کر دی۔ آپ نے تورات کی اور دیگر کلماتِ الٰہی کی جو فرشتوں نے انسانی شکل میں آ کر آپ کے سامنے پیش کیے تصدیق کی۔ آپ نے سخت آزمائش میں بھی جبکہ بغیر مرد سے تعلق کے آپ حاملہ ہوئیں اپنے رب کی فرمانبرداری جاری رکھی۔ بچے کی پیدائش میں جو حصہ مرد کا ہوتا ہے وہ اللہ کے کلمہ ''کُن'' نے ادا کیا۔ اسی لئے حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا کلمہ قرار دیا گیا ہے۔ ( آل عمران :**45** )

مندرجہ بالا مثالوں سے تین صورتیں سامنے آتی ہیں۔

۱- اچھا ماحول لیکن برا کردار --- حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بیویاں

۲- برا ماحول لیکن اچھا کردار --- فرعون کی بیوی ( حضرت آسیہ سلامٌ علیہا)

۳ -اچھا ماحول اور اچھا کردار --- حضرت زکریاؑ کی زیر کفالت حضرت مریم (سلامٌ علیہا)

چوتھی صورت یعنی برے ماحول اور برے کردار کا ذکر سورۃ اللّھب میں ہے۔شوہر ابولہب ہے جو نبی اکرمؐ کا چچا اور پڑوسی ہونے کے باوجود آپؐ کا بدترین دشمن تھا اور اس کی بیوی ام جمیل تھی جو انتہائی برے کردار کی مالک تھی۔

## منتخب نصاب حصّہ سوم

# درسِ چہارم : سورۂ بنی اسرائیل رکوع 3 - 4

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ O بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا (23) وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا (24) رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ

نُفُوْسِكُمْ ط اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ( 25 )
وَاٰتِ ذَالْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ
تَبْذِيْرًا ( 26 ) اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ط وَكَانَ الشَّيْطٰنُ
لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ( 27 ) وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ
تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ( 28 ) وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً
اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا
مَّحْسُوْرًا ( 29 ) اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ط اِنَّهٗ
كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًام بَصِيْرًا ( 30 ) وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ
اِمْلَاقٍ ط نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ط اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ( 31 )
وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ط وَسَآءَ سَبِيْلًا ( 32 ) وَلَا تَقْتُلُوا
النَّفْسَ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ط وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ
سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّى الْقَتْلِ ط اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ( 33 ) وَلَا تَقْرَبُوْا
مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ
الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ( 34 ) وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا
بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ط ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ( 35 ) وَلَا
تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ط اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ
كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ( 36 ) وَلَا تَمْشِ فِى الْاَرْضِ مَرَحًا ج اِنَّكَ لَنْ
تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ( 37 ) كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ
سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ( 38 ) ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ
مِنَ الْحِكْمَةِ ط وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِىْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا
مَّدْحُوْرًا ( 29 ) اَفَاَصْفٰكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ط
اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ( 40 )

## ☆ تمہیدی نکات :

۱- منتخب نصاب کے حصہ سوم کا درس چہارم سورۂ بنی اسرائیل کے تیسرے اور چوتھے رکوع پر مشتمل ہے۔

۲- اس درس کا موضوع ہے ''اسلام کا معاشرتی وسماجی نظام''۔ اس درس میں وہ تمام رہنما اصول ( Directive Principles ) وضاحت سے بیان کر دیے گئے ہیں جن پر اسلامی معاشرت کی بنیاد ہوتی ہے۔ اسلام کی معاشرتی ہدایات یعنی اوامر ونواہی ( Do's and Don'ts ) کے بیان کے اعتبار سے یہ مقام قرآنِ حکیم کا نقطۂ عروج ہے۔ یہاں واضح کیا گیا کہ اسلام کے نزدیک وہ معاشرتی اقدار (Social Values) کیا ہیں جنہیں اسلام نافذ کرنا چاہتا ہے اور وہ معاشرتی برائیاں (Social Evils) کیا ہیں جنہیں اسلام ختم کرنا چاہتا ہے۔

۳- حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا قول ہے کہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے تورات کی معاشرتی تعلیمات کا خلاصہ بیان فرمادیا ہے۔ گویا یہ آیات تورات کے احکاماتِ عشرہ (Ten Commandments) کی قرآنی تعبیر ( Quranic Version ) ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کے دور تک اجتماعیت کا ارتقاء معاشرتی زندگی تک

ہوا تھا، لہذا یہاں تک نبی اکرمؐ اور حضرت موسیٰ ؑ کی تعلیمات مشترک ہیں۔ نبی اکرمؐ کے دور میں انسانی تمدن نے آگے بڑھ کر ریاست تک ترقی کی جس کے بارے میں ہدایات اگلے درس یعنی سورۃ الحجرات میں ہیں۔

۴- قرآنِ حکیم میں معاشرتی ہدایات سورۃ البقرہ آیت **83** ، سورۃ النساء آیات **36** تا **38** ، سورۂ انعام رکوع **19** اور سورۂ نحل آیت **90** میں بیان کی گئی ہیں۔ سورۂ بنی اسرائیل کا یہ مقام ان تمام مقامات کی وضاحت کرتا ہے۔ گویا یہ مقام ''**اَلْقُرْاٰنُ یُفَسِّرُ بَعْضُہٗ بَعْضَہٗ**'' کی عمدہ مثال ہے۔

۵ - سورۂ بنی اسرائیل مکی دور کے آخر میں یعنی ہجرت سے قبل نازل ہوئی۔ ہجرت کے بعد مدینہ میں پہلی اسلامی ریاست قائم ہوئی۔ گویا سورۂ بنی اسرائیل کی ان آیات میں اسلامی ریاست کا منشور (*Manifesto*) بیان ہوا ہے۔

۶ - سورۂ مومنون اور سورۂ معارج کی آیات میں انفرادی سیرت و کردار کے لئے اول و آخر نماز کا ذکر تھا۔ بالکل اسی طرح اس مقام پر معاشرتی ہدایات کے ضمن میں اوّل و آخر توحید کا ذکر ہے۔ ابتداء میں توحیدِ عملی اور آخر میں توحیدِ نظری کا ذکر ہے۔ گویا توحید محض ایک عقیدہ ( *Dogma* ) نہیں ہے بلکہ ایک پورے نظام فکر کی اساس ہے جس سے ایک صالح معاشرت ' عادلانہ معیشت اور پاکیزہ سیاست پر مشتمل مثالی حکومت وجود میں آتی ہے۔ مشرکانہ عقائد کی وجہ سے افراد میں خدا خوفی پیدا نہیں ہوتی اور معاشرے کی اصلاح ناممکن ہو جاتی ہے۔

## آیات پر غور و فکر

☆ آیات: **23 - 25** :

**وَقَضٰی رَبُّکَ** -- اور تمہارے رب نے طے کر دیا ہے -- **اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اِیَّاہُ** -- کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو -- **وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا** -- اور ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرو -- **اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَآ اَوْ کِلٰھُمَا** -- اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں -- **فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ** -- تو اُن کو اُف تک نہ کہنا -- **وَّلَا تَنْھَرْھُمَا** -- اور نہ انہیں جھڑکنا -- **وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا** -- اور اُن سے بات ادب کے ساتھ کرنا ( 23 ) **وَاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَۃِ** -- اور ان کے سامنے عاجزی کے ساتھ کندھے جھکائے رکھنا -- **وَقُلْ** -- اور ان کے حق میں دُعا کرنا -- **رَّبِّ ارْحَمْھُمَا** -- اے میرے رب اُن پر رحم فرما -- **کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا** -- جیسی انہوں نے میری پرورش کی میرے بچپن میں ( 24 ) **رَبُّکُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِیْ نُفُوْسِکُمْ** -- تمہارا رب خوب جانتا ہے جو کچھ تمہارے جی میں ہے -- **اِنْ تَکُوْنُوْا صٰلِحِیْنَ** -- اگر تم نیک ہو -- **فَاِنَّہٗ کَانَ لِلْاَوَّابِیْنَ غَفُوْرًا** -- تو بے شک وہ رجوع کرنے والوں کو بخشنے والا ہے ( 25 )

- آیت **23** میں دوٹوک ( *Categorical* ) انداز میں بتایا گیا ہے کہ یہ امر طے شدہ ( *Decided* ) ہے کہ عبادت یعنی کلی اطاعت اور دلی محبت کا حق دار صرف اور صرف اللہ ہے۔
- انسان پر اللہ کے حق کے بعد سب سے زیادہ مقدم حق والدین کا ہے۔ سورۃ البقرہ آیت **83** ، سورۃ النساء آیت **38** ، سورہ الانعام آیت **151** اور سورۂ لقمان آیت **14** میں بھی اللہ کے حق کے فوراً بعد والدین کے حقوق کا ذکر ہے۔ البتہ اطاعت اور محبت کے ضمن میں اللہ کے بعد مقام ہے جنابِ نبی کریمؐ کا۔

- والدین کے حقوق کے بیان پر یہ مقام نقطہ عروج ہے۔ خاندان کے استحکام کے لئے ضروری ہے کہ معاشرے میں والدین کی خدمت کا خاص اہتمام ہوتا کہ والدین بھی اولاد کو بڑھاپے کا سہارا سمجھتے ہوئے اولاد کی پرورش اور تربیت پر بھرپور توجہ دیں اور مستقبل میں معاشرے کو تربیت یافتہ، خداترس اور ذمہ دار افرادی قوت فراہم ہو سکے۔
- والدین کے ساتھ حسن سلوک یہ ہے کہ :

۱- ان کا دل سے ادب واحترام کیا جائے۔
۲- مال وجان سے ان کی خدمت کی جائے۔
۳- شریعت کے دائرے میں ان کی اطاعت کی پوری کوشش کی جائے۔
۴- اُن کی وفات پر نماز جنازہ پڑھائی جائے۔
۵- ان کی وصیت اور عہد کو ممکن حد تک پورا کیا جائے۔
۶- ان کے لئے دعاواستغفار کی جائے۔
۷- ان کے اقارب اور دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے۔

- بڑھاپے میں والدین کو خدمت کی ضرورت بھی زیادہ ہوتی ہے اور مزاج میں بھی بچوں کی سی ضد پیدا ہوجاتی ہے۔ بعض اوقات ہوش وحواس بھی درست نہیں رہتے۔ سعادت مند اولاد کو ایسے میں والدین کی خدمت گزاری میں کوئی کمی نہیں کرنی چاہیئے۔ ان کو جھڑکنا تو دور کی بات ان کے سامنے ''ھُـــون'' تک نہ کہا جائے اور نہ ہی کسی اکتاہٹ کا اظہار کیا جائے۔ اظہارِ گفتگو ایسا ہو جیسے خطاوار غلام سخت مزاج آقا کے سامنے کھڑا ہے۔
- اس سب کے باوجود والدین کے احسانات کا بدلہ ادا نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا ہمیں والدین کے حق میں دعا سکھائی گئی :

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِي صَغِيْرًا

''اے اللہ اُن دونوں (والدین) پر اسی طرح سے رحم فرما جیسے اُنہوں نے میری اُس وقت پرورش کی جب کہ میں کمزور وناتواں تھا''۔

- والدین کے حقوق کے ضمن میں نبی اکرم ﷺ سے کئی احادیث روایت کی گئی ہیں :

۱- والدین کا حق کوئی شخص صرف اس طرح ادا کرسکتا ہے کہ انہیں حالت غلامی میں پائے اور پھر آزاد کرادے۔ (مسلم)

۲- نبی اکرمؐ سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ سب سے اچھا عمل کون سا ہے؟ آپؐ نے فرمایا نماز کو وقت پر ادا کرنا۔ پوچھا اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ والدین کے حقوق ادا کرنا۔ پوچھا اس کے بعد آپؐ نے فرمایا اللہ کی راہ میں جنگ کرنا۔ (متفق علیہ)

۳- ایک شخص نے رسول اللہؐ سے پوچھا کہ مجھ پر خدمت اور حسنِ سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا تیری ماں۔ اُس نے پوچھا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا تیری ماں۔ اُس نے پوچھا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا تیری ماں۔ اُس نے پوچھا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا تیرا باپ۔ (متفق علیہ)

۴- رسول اللہؐ نے فرمایا'' وہ آدمی ذلیل ہو، وہ خوار ہو''۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہؐ کون؟ آپؐ نے فرمایا: وہ بدنصیب جو ماں باپ کو یا دونوں میں سے کسی ایک ہی کو بڑھاپے کی حالت میں پائے پھر (ان کی خدمت کرکے) جنت حاصل نہ کرلے''۔ (مسلم)

۵- رسول اللہؐ نے فرمایا'' اللہ کی رضا والد کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضی والد کی ناراضی میں ہے''۔ (ترمذی)

- آیت نمبر 25 میں فرمایا گیا کہ بعض اوقات کسی مصلحت یا مجبوری کی وجہ سے اولاد

کے لئے والدین کی خواہش پوری کرنا ممکن نہیں ہوتا۔اسی طرح بعض اوقات والدین کی خواہش خلافِ شریعت ہوتی ہے جسے پورا نہیں کیا جاسکتا۔اس صورت میں اگر والدین کے سامنے عاجزی کے ساتھ اپنی مجبوری کا اظہار کردیا جائے اور اللہ کی طرف اپنی بےبسی کے ساتھ رجوع کیا جائے تو اللہ جو انسان کی ہر مجبوری کو خوب جانتا ہے، ضرور نیک نیت اولاد کو معاف فرمادے گا۔

### ☆ آیات: 26 - 28 :

**وَاٰتِ ذَالْقُرْبٰى حَقَّهٗ** --اور رشتہ داروں کو ان کا حق ادا کرو -- **وَالْمِسْكِيْنَ** -- اورمحتاجوں کو -- **وَابْنَ السَّبِيْلِ** -- اور مسافروں کو -- **وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا** -- اور مال بے جا نہ اڑاؤ ( 26 ) **اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ** --بے شک بے جا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں -- **وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا** --اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے ( 27 ) **وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا** --اور اگر تمہیں اُن (مستحقین) سے اعراض کرنا پڑے اپنے رب کی رحمت (فراخ دستی) کے انتظار میں جس کی تمہیں اُمید ہو -- **فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا**-- تو اُن سے نرمی سے معذرت کرو ( 28 )

- قرآنِ حکیم ہر انسان کو اُس کے مال کے حوالے سے آگاہ فرماتا ہے کہ:

ا- جو مال کسی انسان کو وراثت میں ملا یا اس نے کمایا وہ انسان کا حق نہیں بلکہ اللہ کا فضل ہے۔لہذا انسان کے پاس جو بھی مال ہے اُس کا مالک اللہ ہے اور یہ مال اُس کے پاس اللہ کی امانت ہے۔

۲- انسان کے پاس جو مال ہے اُس میں اللہ تعالیٰ نے بطورِ آزمائش غریبوں اور مسکینوں کا حق بھی رکھ دیا ہے۔ لہذا انسان پر لازم ہے کہ اپنی ضروریات سے زائد مال میں سے مستحقین کی امداد کرے۔ یہ امداد اُن کا حق سمجھ کر کی جائے۔ اس سے انسان دکھاوے اور احساسِ تکبر سے محفوظ رہے گا۔

- ادائیگی ٔ حقوق کے ضمن میں والدین کے بعد حق ہے دیگر قرابت داروں کا اور پھر ایسے مساکین کا جو باوجود کوشش کے یا کسی معذوری کی وجہ سے اپنی ضروریات پوری نہ کرسکتے ہوں ۔اسی طرح اگر کسی مسافر کو دورانِ سفر کوئی احتیاج لاحق ہوجائے تو اُس کی مدد کرنا بھی ضروری ہے۔
- کسی ضرورت پر ضرورت سے زائد خرچ کرنا اسراف کہلاتا ہے۔ البتہ مال کے بلا ضرورت خرچ کرنے کو تبذیر کہا جاتا ہے۔ مثلاً تعمیرات میں نقش ونگار اور سجاوٹ پر ، خوشی کے موقع پر، بے جا رسومات اور چراغاں پر اور غمی یا خود ساختہ تہواروں کے دوران بدعات پر پیسہ خرچ کرنا۔
- آیت **27** میں تبذیر کرنے والوں کو شیطان کا بھائی کہا گیا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ سورہ ٔ مائدہ آیت :**91** کے مطابق،شیطان انسانوں کے درمیان بغض وعداوت پیدا کرنا چاہتا ہے۔ جب ایک انسان اُس پیسہ کو جو درحقیقت غرباء کا حق تھا بے جا خرچ کرتا ہے تو اس سے ضرورت مندوں کے دلوں میں نفرت پیدا ہوتی ہے اور بعض اوقات بڑے بڑے حادثات وقوع پذیر ہوتے ہیں۔
- آیت **27** میں شیطان کو اپنے رب کا ناشکرا کہا گیا ہے۔اُس پر اللہ نے بڑے انعامات کیے لیکن اُس نے رب کی نافرمانی کرکے اُس کی ناشکری کی۔اسی طرح روپیہ پیسہ بھی اللہ کی ایک بڑی نعمت ہے جس سے انسان جائز ضروریات بھی فراہم کرسکتا ہے اور آخرت کے لئے توشہ وصدقہ ٔ جاریہ کا سامان بھی کرسکتا ہے۔لیکن اِسی پیسہ کا بے جا خرچ کردینا اس نعمت کی بہت بڑی ناقدری ہے۔

- آیت 28 میں فرمایا گیا کہ اگر کسی وقت انسان کے اپنے معاشی حالات نامساعد ہوں تو بھی دستِ سوال دراز کرنے والوں سے بڑی نرمی سے معذرت کرنی چاہیئے ۔

☆ آیات: 29 - 30 :

**وَلَا تَجۡعَلۡ يَدَكَ مَغۡلُوۡلَةً اِلٰى عُنُقِكَ** -- اور اپنے ہاتھ کو نہ تو گردن سے باندھ لو (یعنی بخل کرو) -- **وَلَا تَبۡسُطۡهَا كُلَّ الۡبَسۡطِ** -- اور نہ بالکل کھول ہی دو (کہ سبھی کچھ دے ڈالو) -- **فَتَقۡعُدَ مَلُوۡمًا مَّحۡسُوۡرًا** -- کہ پھر ملامت زدہ اور درماندہ ہو کر بیٹھ رہو ( 29 ) **اِنَّ رَبَّكَ يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيَقۡدِرُ** -- بے شک تمہارا رب جس کی روزی چاہتا ہے فراخ کر دیتا ہے اور جس کی روزی چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے -- **اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيۡرًاۢ بَصِيۡرًا** -- وہ اپنے بندوں سے خبردار ہے اور ان کو دیکھ رہا ہے ( 30 )

- آیت 29 میں مال خرچ کرنے کے حوالے سے میانہ روی اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ ہاتھ باندھنا استعارہ ہے بخل کے لئے اور ہاتھ کھلا چھوڑ دینا استعارہ ہے ضرورت یا گنجائش سے زائد خرچ کرنے کے لئے۔ معاملہ خواہ ذاتی ضروریات کا ہو یا صدقات وخیرات کا، اس میں نہ تو انسان کو بخل کرنا چاہیئے اور نہ ہی جذبات میں آ کر اتنا زیادہ خرچ کر دینا چاہیئے کہ بعد میں پشیمانی ہو۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا '' مَاعَالَ مَنِ اقۡتَصَدَ '' - وہ محتاج نہیں ہوتا جو میانہ روی اختیار کرتا ہے (مسند احمد)۔ اکثر مواقع پر آپؐ نے صحابہؓ کو ایک تہائی مال سے زائد صدقہ کرنے کی اجازت نہیں دی (متفق علیہ)۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے ترکہ میں سے انسان کو صرف ایک تہائی مال کی وصیت کرنے کا اختیار ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نیکی کا جذبہ بھی دیگر جذبات کی طرح اندھا ہوتا ہے۔ انسان جذبات کی رو میں زیادہ خرچ کر دیتا ہے اور بعد میں جب ضرورت پڑتی ہے تو خود کو ملامت کرنے لگتا ہے۔
- بعض اوقات ہم کسی کی مستقل مدد کرتے رہتے ہیں لیکن اس کے معاشی حالات نہیں سنورتے۔ آیت 30 میں فرمایا گیا کہ تم نہ کسی کی کشادگی کے ذمہ دار ہو اور نہ ہی یہ تمہارے بس میں ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ کس کے لئے انجامِ کار کے اعتبار سے غنی ہونا بہتر ہے اور کس کے لئے تنگ دست۔ تم سے جس قدر ممکن ہو اپنے بھائی کی مدد کرتے رہو۔

☆ آیت: 31 :

**وَلَا تَقۡتُلُوۡۤا اَوۡلَادَكُمۡ خَشۡيَةَ اِمۡلَاقٍ** -- اور اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرنا -- **نَحۡنُ نَرۡزُقُهُمۡ وَاِيَّاكُمۡ** -- ہم اُن کو رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی -- **اِنَّ قَتۡلَهُمۡ كَانَ خِطۡاً كَبِيۡرًا** -- کچھ شک نہیں کہ ان کا مار ڈالنا بڑا سخت گناہ ہے ( 31 )

- انسان خود کو اپنی اولاد کا رازق سمجھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں لوگ مفلسی کے ڈر سے اسقاطِ حمل یا اپنی اولاد کو قتل کر دینے کے جرائم کا ارتکاب کرتے رہے ہیں۔ اس آیت میں یہ حقیقت بیان کی گئی کہ جملہ مخلوقات کا رازق اللہ ہے۔ والد کو سمجھنا چاہیئے کہ خود اُس کا رازق بھی اللہ ہے۔ لہٰذا رزق کی عدم دستیابی کے خوف سے اپنی اولاد کو ہلاک کرنا جائز نہیں۔
- خاندانی منصوبہ بندی کے پس منظر میں بھی یہی سوچ کارفرما ہے کہ انسان اللہ کو رازق نہیں سمجھتا۔ اسی لئے رزق کے دستیاب مادی وسائل واسباب کو سامنے رکھ کر

منع حمل کی تدابیر اختیار کرنے کی دعوت دی جاتی ہے۔ اللہ کے رزق کی فراہمی کے خزانے بے شمار ہیں (الحجر: 21)۔ جوں جوں آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے رزق اور روزگار کے نئے نئے ذرائع اور وسائل بھی ظاہر ہوتے جا رہے ہیں مثلاً پولٹری اور تیل کی صنعت۔ مشینی زراعت، مصنوعی کھاد اور جینیٹک انجینئرنگ کے ذریعہ غیر معمولی پیداوار دینے والے بیجوں کی تیاری سے غذائی پیداوار میں زبردست اضافہ ہو گیا ہے۔ جس زمین سے پہلے من اناج پیدا ہوتا تھا اُسی سے آج ٹن اناج پیدا ہو رہا ہے۔ آبادی میں غیر معمولی اضافے کے باوجود آج بھی غذائی اجناس اصل ضرورت سے زائد ہیں۔ لہذا انسان کو چاہیئے کہ وہ کھانے والوں کو گھٹانے کی تخریبی کوشش چھوڑ کر ان تعمیری مساعی میں اپنی قوت اور قابلیت صرف کرے جن سے اللہ کے بنائے ہوئے قانونِ فطرت کے مطابق رزق میں ترقی و افزائش ہو۔ اس سلسلہ میں اہم ترین کام معاشرے میں عادلانہ نظام کے قیام کی کوشش ہے تاکہ وسائل کی منصفانہ تقسیم ہو اور ریاست کے تمام شہریوں کو اُن کی بنیادی ضروریات میسر ہو سکیں۔

- خاندانی منصوبہ بندی کے لئے اقدامات معاشرے میں زنا کے فروغ کا باعث بن رہے ہیں۔ ناجائز اولاد کا خوف ایک عورت کو اس بدترین جرم سے باز رکھنے کی ایک وجہ بن جاتا ہے۔ جس معاشرے میں مانع حمل ادویات و تدابیر کا استعمال رواج پا جائے وہاں متذکرہ بالا خوف ختم ہو جاتا ہے اور بدکاری عام ہو جاتی ہے۔

☆ آیت: **32** :

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی -- اور زنا کے پاس بھی نہ جاؤ -- اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً -- بے شک وہ بے حیائی ہے -- وَسَآءَ سَبِيْلًا -- و بُرا راستہ ہے (32)

- مرد اور عورت کا جنسی اختلاط جبکہ ان کے درمیان نکاح یا مالک اور کنیز کا رشتہ نہ ہو زنا کہلاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"ابن آدم کے حصہ کا زنا طے ہے جسے وہ بہرصورت پا کر رہے گا۔ لہذا آنکھوں کا زنا ہے بدنظری کرنا، کانوں کا زنا نامحرم کی آواز سننا ہے، زبان کا زنا نامحرم سے گفتگو کرنا ہے، ہاتھ کا زنا نامحرم کو چھونا ہے، پاؤں کا زنا نامحرم کی طرف جانا ہے اور دل بھی زنا کرتا ہے جب وہ (نامحرم کا) تصور یا (زنا کی) خواہش کرتا ہے اور پھر شرم گاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کر دیتی ہے"۔ (مسلم)

- زنا ایک ایسا گناہ ہے جس سے بچنا انسان کے لئے بہت ہی مشکل ہے۔ اللہ نے انسان کے اندر زوردار جنسی جذبات رکھے ہیں تاکہ نسلِ انسانی کی افزائش ہو سکے۔ عورتوں کی محبت مردوں کے لئے مزیّن کر دی گئی ہے (آل عمران: 14)۔ یہاں تک کہ انبیاء کرامؑ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں (الاحزاب: 52، یوسف: 33)۔ اسی لئے اس آیت میں یہ حکم نہیں دیا گیا کہ "زنا نہ کرو" بلکہ فرمایا گیا "زنا کے قریب بھی مت جاؤ"۔ گویا ان تمام راستوں کو بند کرنے کا حکم ہے جو زنا کی طرف لے جاتے ہیں۔ زنا کا محرک بننے والے اسباب کا سدباب وہ ہدف ہے جو اسلامی معاشرت کو دیگر معاشروں سے بالکل جدا کر دیتا ہے۔ اس ہدف کے حوالے سے اسلامی معاشرت کی نمایاں وامتیازی خصوصیات ہیں:

i - مخلوط معاشرت سے اجتناب :

- مردوں اور عورتوں کا علیحدہ دائرہ کار (مرد کا گھر سے باہر جبکہ عورت کا گھر کے اندر)
- مکانات کی خاص طرزِ تعمیر کہ زنانہ حصّہ الگ اور مردانہ حصّہ الگ
- ایسی محفلوں اور تقریبات کی حوصلہ شکنی جس میں مخلوط اجتماع کا امکان ہو

ii - گھر سے باہر پردے کے احکامات (الاحزاب: 32، 33، 53 - 55، 59)

iii - گھر کے اندر پردے کے احکامات (النور: 27 - 31، 58 - 60)

(ملاحظہ فرمائیے ''چہرے کا پردہ'' کے موضوع پر کتاب میں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی تحریر ''شرعی پردہ -- قرآن وسنت کی روشنی میں'')

iv- نکاح کو آسان کرنا (بے جا رسومات کے سدباب کے ذریعہ)

v- جنسی جذبے میں ہیجان پیدا کرنے والے تمام امور پر پابندی جیسے شراب نوشی، رقص وموسیقی، فحش لٹریچر، عریاں تصاویر، بیہودہ فلمیں وڈرامے وغیرہ

vi- زانی کے لئے سخت سزا :

- غیر شادی شدہ کے لئے ایک سو کوڑوں کی سزا ہے (النور : 2)
- شادی شدہ کے لئے رجم (بخاری)

← اس آیت میں زنا کو ''فاحشۃ'' یعنی بے حیائی کا محرک کہا گیا ہے۔ بے حیائی درحقیقت ایمان کی ضد ہے۔ ارشادِ نبویؐ ہے: ''اَلْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ'' حیاء ایمان ہی کا ایک حصہ ہے (متفق علیہ)۔ یہی وجہ ہے کہ ایک طرف اللہ کے بندے ایمان کی دعوت دے رہے ہوتے ہیں اور اس کے مقابلے میں شیطان کے ایجنٹ بے حیائی کا پرچار کر رہے ہوتے ہیں (البقرہ : 169)۔ گویا زنا اور اس کی طرف لے جانے والے تمام راستے دراصل شیطان کے راستے ہیں۔

← اس آیت میں زنا کو سَآءَ سَبِیْلاً یعنی برا راستہ قرار دیا گیا ہے کیوں کہ یہ خاندان کے ادارے کو دو طرح سے تباہ کرتا ہے :

i- شوہر اور بیوی کے درمیان اعتماد اور محبت کا رشتہ ختم ہو جاتا ہے۔ گھر میں سکون کی فضا باقی نہیں رہتی جس سے اولاد پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اسلام گھر میں ایسی فضا قائم کرنا چاہتا ہے کہ شوہر اور بیوی کے لئے تمام جنسی کشش صرف ایک دوسرے میں ہو تاکہ خاندان کا ادارہ مستحکم ہو۔

ii- والد کو اپنی اولاد کے حوالے سے شک ہو جاتا ہے۔ لہٰذا وہ اولاد کی پرورش اور تربیت پر مناسب توجہ نہیں دیتا۔ اولاد اس رویہ کو محسوس کرتی ہے اور پھر ردِ عمل کے طور پر بڑھاپے میں والدین کی خدمت نہیں کرتی۔

مندرجہ بالا حقائق کی وجہ سے خاندان کا ادارہ تباہ ہوتا ہے اور اس کے مضر اثرات پورے معاشرے پر پڑتے ہیں۔

← اسلام نے عورت کو جو حقوق دیے ہیں اُن کے مطابق ایک مرد کے لئے لازم ہے کہ وہ نکاح کے ذریعہ مندرجہ ذیل امور کی ضمانت دے کر ہی کسی عورت سے جنسی تعلق قائم کر سکتا ہے :

- زندگی بھر عورت کی حفاظت کا وعدہ
- اس کی تمام ضروریات کی فراہمی
- مہر کی ادائیگی
- وراثت میں حصہ

اس کے برعکس مغربی تہذیب آزادی، مساوات اور حقوقِ نسواں کے خوشنما لیکن گمراہ کن تصورات کے ذریعہ عورت کا استحصال کر رہی ہے۔ عورت پر اولاد کی پیدائش اور پرورش کی کٹھن مشقت کے ساتھ معاشی ذمہ داری کا بوجھ بھی ڈال دیا گیا، معاشی فوائد کے لئے اُسے ایک اشتہاری کھلونا (Show Peice) بنا دیا گیا اور گھر سے باہر نکال کر اُس کی عصمت کو ناقابلِ تلافی خطرات سے دوچار کر دیا گیا۔

☆ آیت : **33** :

**وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ** -- اور قتل نہ کرو ایسی جان کو جسے اللہ نے محترم ٹھہرایا ہے مگر جائز طریقے یعنی شریعت کے حکم سے -- **وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا** -- اور جو شخص ناحق قتل کیا گیا -- **فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّہٖ سُلْطٰنًا** -- تو ہم نے اختیار دے دیا ہے اس کے وارث کو -- **فَلَا یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ** -- پس اس کو چاہیئے کہ قتل کے قصاص میں زیادتی نہ کرے -- **اِنَّہٗ کَانَ مَنْصُوْرًا** -- بے شک

اُس کی مدد کی گئی ہے ( 33 )

☚ حرمتِ عزت کے بعد اب حرمتِ جان کا ذکر ہے۔ انسانیت مل جل کر رہنے اور ایک دوسرے کی جان، مال اور عزت کی حفاظت کرنے کا نام ہے ۔ انسان پر اپنی اور کسی دوسرے کی جان لینا حرام ہے۔ خودکشی کی ممانعت بھی اسی آیت سے ثابت ہے۔ جس معاشرے میں انسانی جان محفوظ نہ ہو وہ معاشرہ ’’ انسانی معاشرہ‘‘ کہلانے کا حق دار نہیں۔ قتلِ ناحق تمدن کی جڑ پر تیشہ چلانے کے مترادف ہے۔ اسی لئے سورہ مائدہ آیت 22 میں فرمایا کہ جس نے ایک انسان کو قتل کیا اس نے پوری انسانیت کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کی حفاظت کی اس نے پوری انسانیت کو تحفظ دیا۔ البتہ مندرجہ ذیل صورتوں میں کسی انسان کی جان لی جاسکتی ہے :

۱ - شادی شدہ زانی کو سنگسار کرنا (بخاری)

۲ - قاتل کی بطور قصاص جان لینا (البقرۃ :178 )

۳ - حربی کافر کو قتل کرنا (التوبہ :111 )

۴ - گستاخِ رسول ؐ کو قتل کرنا (الرحیق المختوم صفحہ :380 - 386 )

۵ - اسلام سے مرتد ہونے والے کو قتل کرنا (البقرۃ :54 )

۶ - رہزن یا اسلامی حکومت کے باغی کو قتل کرنا (المائدہ :33 )

☚ قتلِ ناحق کی صورت میں حکومت قاتل کو گرفتار کر کے جرم ثابت کرے گی ۔ قاتل کے بارے میں فیصلے کا اختیار مقتول کے ورثاء کو ہے۔ اس سے اُن کے زخم پر مرہم کا سامان ہوتا ہے۔ وہ چاہیں تو قاتل کو معاف کر دیں یا خون بہا قبول کر لیں یا حکومت سے قصاص کا مطالبہ کریں۔

☚ اس دور میں قصاص کی سزا پر عمل درآمد مقتول کے ورثاء نہیں بلکہ حکومت کرتی ہے۔ اس سے قبل جرم ثابت کرنے کے بعد حکومت قاتل کو مقتول کے ورثاء کے حوالے کر دیتی تھی۔ قاتل کی جان لینے میں اسراف یعنی زیادتی کی ایک صورت یہ تھی کہ مقتول کے ورثاء تڑپا تڑپا کر قاتل کو مارتے تھے یا اسے جلا دیتے تھے۔ زیادتی کی ایک صورت یہ بھی تھی کہ خون بہا لینے کے بعد قاتل کی جان بھی لے لی جاتی تھی۔ یہ زیادتی موجودہ دور میں بھی کی جاتی ہے۔ بعض اوقات قاتل کے ساتھ اس کے بے قصور عزیزوں یا ساتھیوں کی جان بھی لینے کا ظلم جاری رہا ہے۔

☆ آیت: **34** :

**وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ** -- اور یتیم کے مال کے پاس بھی نہ جاؤ -- **اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ** -- مگر اس طور جو بہتر ہو -- **حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ** -- یہاں تک کہ وہ پہنچ جائے اپنے شعور کو -- **وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ** -- اور عہد کو پورا کرو -- **اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا** -- بلاشبہ عہد کے بارے میں پوچھا جائے گا ( 34 )

☚ حرمتِ عزت و جان کے بعد اب حرمتِ مال کا ذکر ہے۔ یتیم کے مال پر بعض اوقات اس کے سرپرست حیلوں بہانوں سے قبضہ کر لیتے ہیں۔ بعض اوقات یتیم بچوں کی ماؤں سے شادی کر کے یا یتیم لڑکیوں سے شادی کر کے ان کے مال پر قبضہ کر لیا جاتا ہے۔ قرآنِ حکیم میں بڑی تاکید اور تکرار کے ساتھ یتیم کا مال نہ کھانے اور اس کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین کی گئی ہے۔ سورۃ النساء آیات 2، 3، 5، 6 اور 10 میں اس حوالے سے تفصیلی ہدایات دی گئی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے :

i- یتیموں کا مال مت کھاؤ۔

ii- یتیموں کے اچھے مال کو اپنے رڈی مال سے مت بدل لو۔

iii- اگر عدل نہ کرنے کا اندیشہ ہو تو یتیم لڑکیوں یا یتیموں کی ماؤں سے نکاح مت کرو۔

iv-یتیم کے مال کی حفاظت کرو جب تک کہ وہ سمجھدار نہ ہو جائیں۔

v-یتیم کے مال کی حفاظت کا معاوضہ نہ لو۔البتہ اگر کوئی تنگدست ہو تو مناسب حد تک لے سکتا ہے۔

vi-جب یتیم سمجھدار ہو جائے تو گواہوں کی موجودگی میں اس کا مال اس کے حوالے کر دیا جائے۔

vii-یتیموں کا اسی طرح خیال رکھو جیسے تم اپنے بچوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی تمنا کرو گے اس صورت میں کہ اگر خدانخواستہ تمہارا انتقال ہو جائے اور وہ یتیم ہو جائیں۔

viii-جو لوگ یتیم کا مال کھاتے ہیں درحقیقت وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں اور روزِ قیامت جہنم میں داخل ہوں گے۔

☚ نبی کریمؐ نے یتیم کی کفالت کرنے والوں کو بہت اجر و ثواب اور جنت میں اپنی رفاقت کی خوشخبری دی۔(معارف الحدیث جلد-6 احادیث نمبر 78-82)

☚ صحابہ کرامؓ نے یتیموں کے بارے میں متذکرہ بالا ہدایات پر اس طرح عمل کیا کہ گھر میں یتیم کی ہانڈی بھی الگ کر دی گئی۔سورۃ البقرہ آیت 220 میں اللہ نے ایسا نہ کرنے کی رعایت دی کیوں کہ اس سے صحابہؓ کو بھی مشقت کا سامنا تھا اور یتیم بھی خود کو دیگر اہل خانہ سے جدا سمجھ کر احساسِ محرومی کا شکار ہوتا تھا۔

☚ اسلام میں یتیم کے ساتھ حسنِ سلوک کی اس قدر تاکید کی ایک وجہ یہ ہے کہ وہ احساسِ محرومی کا شکار نہ ہو۔تجربات سے ثابت ہوا ہے کہ جو بچے بچپن میں احساسِ محرومی کا شکار ہوتے ہیں وہی بڑے ہو کر ردِّعمل کے طور پر جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں۔

☚ اس آیت میں ایفائے عہد کے حوالے سے حکم انتہائی تاکیدی اسلوب میں دیا گیا ہے۔ اس سے قبل آیۂ بِر، سورۂ مومنون اور سورۂ معارج میں ایفائے عہد کا ذکر نیک بندوں کی صفات کے طور پر آیا تھا۔یہاں ایفائے عہد کا حکم دیا گیا اور خبردار کیا گیا کہ عہد کے حوالے سے روزِ قیامت باز پُرس ہوگی۔

☚ نبی اکرم ﷺ نے وعدہ خلافی کو منافق کی ایک نشانی قرار دیا(متفق علیہ) اور فرمایا ''لَا دِیْنَ لِمَنْ لَا عَھْدَ لَهٗ ''اُس کا کوئی دین ہی نہیں جس میں وعدے کا پورا کرنا نہیں (بیہقی)۔

☚ تمام معاملاتِ انسانی تحریری یا غیر تحریری معاہدوں پر مشتمل ہوتے ہیں اور اس آیت اور متذکرہ بالا ارشاداتِ نبویؐ کی روشنی میں ہم پر ان کا احترام لازم ہے۔معاہدوں کی تین اقسام ہیں:

- اپنے آپ سے --- نیکی کا ارادہ، گناہوں پر توبہ، کوئی قسم یا کوئی نذر
- بندوں سے --- حقوق العباد کی ادائیگی جیسے والدین، اولاد، شوہر و بیوی اساتذہ اور پڑوسیوں وغیرہ کے حقوق۔ ملازمت، کاروبار یا دیگر پیشہ ورانہ معاہدات
- اللہ سے --- اللہ نے مومنوں سے اُن کے مال اور جان خرید لئے ہیں جنت کے بدلے میں (التوبہ : 111)

☚ جس معاشرے میں ایفائے عہد رواج پا جائے وہاں انتہائی اطمینان و سکون کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور بہت سے غیر ترقیاتی اخراجات ختم ہو جاتے ہیں جو کام چوری، ملاوٹ، دھوکہ دہی وغیرہ کی نگرانی کے لئے کیے جاتے ہیں۔

☆ آیت: 35 :

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ -- اور پیمانہ پورا بھرو جب کوئی چیز ماپو -- وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ -- اور تولو ترازو کی سیدھی ڈنڈی کے ساتھ -- ذٰلِكَ

خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا -- یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی بہت اچھا ہے

(35)

➤ قرآنِ حکیم کی یہ ایک اہم معاشرتی ہدایت ہے کہ ماپ اور تول میں کمی نہ کی جائے۔ سورۂ مطففین کی ابتدائی آیات میں ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے شدید وعید بیان ہوئی ہے اور اس جرم کو آخرت پر یقین نہ ہونے کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ ماپ تول میں اگر کمی نہ کی جائے تو اس سے معاشرے میں اعتماد کی فضا پیدا ہوتی ہے۔ انسان کو تھوڑا لیکن مستقل فائدہ ہوتا ہے اور ضمیر بھی مطمئن رہتا ہے۔

➤ اس آیت میں ہدایت تو اشیاء کے ماپ تول کے حوالے سے ہے لیکن وسیع ہدایت یہ ہے کہ انسان جس پیمانے کو اپنے لئے پسند کرے وہی پیمانہ دوسرے کے لئے بھی استعمال کرے۔ انسان کو لینے اور دینے کے باٹ یکساں رکھنے چاہئیں۔

☆ آیت: **36** :

**وَلَا تَقْفُ مَالَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ** -- اور اس کے پیچھے مت لگو جس کا تمہیں علم نہیں -- **اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ** -- بے شک کان اور آنکھ اور عقل -- **كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا** -- اِن سب کے (استعمال) کے بارے میں پوچھا جائے گا (36)

➤ اس آیت میں ہدایت دی گئی ہے کہ انسان کا نظریہ اور عمل محض گمان یا تقلید کی بنیاد پر نہیں بلکہ علم اور ٹھوس دلائل کی بنیاد پر ہونا چاہیئے۔ اس ہدایت کے ذریعہ اسلام نے انسان کو ایک طرف ایسے تمام اوہام کے خوف سے نجات دلا دی جن کی بنیاد محض گمان یا تخمینوں پر تھی جیسے ستارہ شناسی، دست شناسی یا اسی طرح کی دیگر Occult Sciences اور دوسری طرف خوشی یا غمی کے حوالے سے بے جا رسومات و بدعات سے گلوخلاصی کرادی جو آباء و اجداد کی تقلیدِ محض کا نتیجہ تھیں۔ اسی حوالے سے ارشادِ نبویؐ ہے ”جس نے کسی نجومی کی بات کی تصدیق کی اس نے اس بات کی تکذیب کی جو میں لایا ہوں“ (ابوداؤد، مسندِ احمد)۔

➤ درحقیقت اس آیت میں علم کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔ انسان کو پیروی علمی حقائق ہی کی کرنی چاہیئے اور ان تمام نظریات یا خدشات کو اہمیت نہیں دینی چاہیئے جو وہم، گمان یا تخمینوں کی بنیاد پر ہیں۔ یہی وہ نقطۂ نظر ہے جس سے سائنس کے سفر کا آغاز ہوا۔ سائنس کی بنیاد اُس علم پر ہے جو ہمیں مشاہدات اور تجربہ سے حاصل ہوتا ہے لیکن قرآن کی رُو سے علم کی اقسام دو ہیں:

i – علم ہدایت یا علم وحی:

یہ علم مادی حواس سے نہیں بلکہ اللہ کی عطا کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ اس کی صورت الہام، سچے خواب اور کشف وغیرہ ہوتی ہے۔ اس علم کی ایک خاص اور اہم ترین صورت وہ وحی ہے جو اللہ نے انبیاء پر فرشتوں کے ذریعہ نازل فرمائی۔

ii – علمِ جدید:

یہ وہ علم ہے جو انسان کو حواس، تجربہ اور غور و فکر کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ فلسفہ، نفسیات، تاریخ، نظام ہائے زندگی، سائنس اور ٹیکنالوجی وغیرہ کے علوم اسی زمرے میں آتے ہیں۔

➤ ہمارے لئے ان دونوں علوم کا سیکھنا ضروری ہے۔ علمِ ہدایت تو علم کی وہ روح ہے جس کے بغیر علمِ جدید نہ صحیح رُخ پر آگے بڑھ سکتا ہے، نہ دنیا میں مفید ہو سکتا ہے اور نہ آخرت کے اعتبار سے رحمت بن سکتا ہے۔ اسی طرح علمِ جدید کے ذریعہ ہمیں علمِ ہدایت یعنی قرآن کی زیادہ سے زیادہ معرفت حاصل ہوتی ہے، عظمتِ قرآن کا نقش ہمارے دلوں پر قائم ہوتا ہے، دورِ حاضر کے تقاضوں کا ساتھ دیا جا سکتا ہے اور عصرِ حاضر کے مسائل کو سمجھ کر علمِ ہدایت کی روشنی میں اُن کا حل پیش کیا جا سکتا ہے۔

- قرآنِ حکیم میں سورۃ البقرہ کے چوتھے رکوع میں ان دونوں علوم کا ذکر ہے۔ علمِ جدید کوعلم الاسماء کا نام دیا گیا اور حضرتِ آدمؑ کی فرشتوں پر فضیلت کی وجہ اسی علم کو قرار دیا گیا۔ البتہ رکوع کے آخری حصّہ میں علمِ ہدایت کا ذکر کیا گیا اور آخرت کی فوز وفلاح کو اسی پر منحصر قرار دیا گیا۔
- قرآنِ حکیم میں کئی مقامات پر (مثلاً الزمر: **9**، الفاطر: **28**، المجادلہ: **11** ) اور کئی احادیث (ریاض الصّالحین جلد دوم احادیث نمبر: **1376-1389** ) میں علم کے سیکھنے کی اہمیت اور عابد کے مقابلے میں عالم کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔
- اس آیت میں علم کی اہمیت پر زور دینے کے بعد ان صلاحیتوں کا ذکر ہے جن سے ہم علم حاصل کرتے ہیں۔ سماعت اور بصارت کے علاوہ یہاں 'فواد' کا ذکر ہے جس کے معنی دل بھی کیے جاتے ہیں اور عقل بھی۔ یہ دوسرے معنی یہاں زیادہ مناسب ہیں کیوں کہ سماعت اور بصارت کی حیثیت ان ذرائع (Signals) کی ہے جن کی مدد سے عقل نتیجہ اخذ کرتی ہے۔ سماعت و بصارت یا دیگر حواس سے انسان معلومات حاصل کرتا ہے اور پھر عقل اسی سے متعلق جو معلومات پہلے سے دماغ میں موجود ہوتی ہے، ان کی روشنی کچھ نتائج اخذ کرتی ہے اور ان کو مرتب کرتی ہے۔ اس طرح انسان اپنے مشاہدے اور سماعت وغیرہ سے کوئی فیصلہ کرتا ہے۔ آخر میں فرمایا گیا کہ تمھیں علم کے حصول کے لئے جو صلاحیتیں دی گئی ہیں' روز قیامت ان کے بارے میں بازپُرس ہوگی کہ انہیں استعمال کیا یا نہیں۔

☆ آیت: **37** :

**وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا** -- اور زمین پر اکڑ کر مت چلو -- **اِنَّکَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ** -- بے شک تم زمین کو پھاڑ نہیں سکتے -- **وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا** -- اور نہ پہاڑوں کی چوٹی تک پہنچ سکتے ہو ( 3 7 )

- اس آیت میں بڑی اہم معاشرتی ہدایت یہ دی گئی کہ انسان کسی بھی نعمت کے حصول پر نہ اترائے اور نہ ہی تکبر کرے۔ یہ تکبر ہی کی علامت ہے کہ انسان زمین پر زور سے پاؤں مارتا ہے یا گردن اکڑا کر اور سینہ تان کر چلتا ہے۔ اس کائنات میں انسان کی حیثیت زمین کے مقابلہ میں چیونٹی سے بھی کم ہے۔ اس کی بے بسی کا یہ عالم ہے کہ وہ زور سے قدم مار کر زمین کو پھاڑ نہیں سکتا اور کتنا اونچا طُرّہ پہن لے پہاڑ سے اوپر نہیں نکل سکتا۔
- تکبر اللہ کو سخت ناپسند ہے۔ ایک حدیث کے مطابق ''جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوا وہ جنت میں داخل نہ ہو سکے گا'' (متفق علیہ)۔ شیطان دین دار آدمی میں زہد وتقویٰ پر ناز پیدا کر کے اسے تکبر جیسے مہلک گناہ میں مبتلا کرنا چاہتا ہے۔

☆ آیت: **38** :

**كُلُّ ذٰلِکَ كَانَ سَیِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّکَ مَكْرُوْهًا** -- یہ وہ امور ہیں جن کی برائی کا پہلو تمہارے رب کو ناپسند ہے ( 3 8 )

لفظ مکروہ کے لغوی معنی ہیں ناپسندیدہ شے۔ فقہی معنی میں مکرہ ایسے کام کو کہا جاتا ہے جس کے حلال ہونے میں کراہیت ہو لیکن وہ حرام نہ ہو بلکہ درمیان کے درجہ میں ہو۔ اس آیت میں یہ لفظ لغوی معنی میں آیا ہے۔ یعنی متذکرہ بالا تمام احکامات (اوامر ونواہی) پر عمل نہ کرنا تمہارے رب کو پسند نہیں۔ اللہ پر ایمان رکھنے والوں کے لئے یہی دلیل حرفِ آخر ہے کہ ''یہ چیز اللہ کو ناپسند ہے''۔ اللہ سے محبت کرنے والوں اور اس کی رضا جوئی چاہنے والوں کے لئے یہ انداز بڑا اہلا دینے والا ہے۔

☆ آیت: **39** :

**ذٰلِکَ مِمَّآ اَوْحٰۤی اِلَیْکَ رَبُّکَ مِنَ الْحِكْمَةِ** --اے نبیؐ! یہ سب ہے

دانائی کی باتوں میں سے جو آپ ؐ کے رب نے آپ ؐ کی طرف وحی کی ہیں -- **وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ** -- اور اللہ کے ساتھ اور معبُود نہ بناؤ -- **فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا** -- ورنہ ڈال دیے جاؤ گے جہنم میں ملامت زدہ اور دھتکارے ہوئے ہو کر ( 2 9 )

- اس آیت میں فرمایا گیا کہ یہ تمام احکامات حکمت کا مظہر ہیں۔بعض بزرگانِ دین نے حکمت سے مراد صرف حدیث رسول ﷺ لی ہے لیکن اس آیت کی رُو سے قرآن میں بھی حکمت ہے۔اگر متذکرہ بالا تمام احکامات پر عمل کیا جائے تو ان کی حکمت آشکارا ہوگی اور معاشرے کو حقیقی معنی میں استحکام حاصل ہوگا۔
- آیت کے دوسرے حصّہ میں پھر توحید کا ذکر ہے۔یہاں توحیدِ نظری اور توحیدِ عملی، دونوں کی طرف اشارہ ہے۔اس آیت میں آخری لیکن بڑی اہم ( Last but not the Least ) ہدایت یہ دی گئی کہ اللہ کے سوا کسی اور کو نہ معبود بناؤ اور نہ ہی مطلوب ومقصود ورنہ روزِ قیامت ذلت سے دوچار ہوگے اور زبردستی جہنم میں دھکیل دیے جاؤ گے۔شرفِ انسانیت کی معراج یہ ہے کہ انسان اس حقیقت کو پالے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں۔لہذا جس نے شرک کیا وہ شرفِ انسانی سے محروم ہوگیا اور اب اس کی حیثیت خس وخاشاک اور کوڑے کرکٹ کی ہے جس کو دیا سلائی دکھا کر آگ لگا دی جاتی ہے۔

☆ آیت: **40** :

**اَفَاَصْفٰكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ** -- (اے مشرکو!) کیا تمہیں پسند کر لیا تمہارے رب نے بیٹوں کے لئے -- **وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا** -- اور خود فرشتوں کو بیٹیاں بنا لیا -- **اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا** -- کچھ شک نہیں کہ تم کہتے ہو بہت بڑی بات۔

- اس آیت میں شرک فی الذات کا ذکر ہے یعنی مخلوقات میں سے کسی کو خدا قرار دے دینا۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ کسی کو اللہ کی صُلبی اولاد قرار دے دیا جائے۔یہودیوں اور عیسائیوں نے تو اللہ کی طرف بیٹے منسوب کیے (التوبہ: ***30***) لیکن قریش نے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیا۔اپنے لئے تو وہ بیٹے پسند کرتے تھے اور بیٹی کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیتے تھے لیکن اللہ کی طرف انہوں نے بیٹیاں منسوب کر دیں۔قرآن کریم نے بار بار اس حوالے سے قریش پر طنز کیا ہے:
( نحل: ***57-58***، صافات: ***149-157***، طور: ***39***، زخرف: ***16-19***، نجم: ***21-22*** )
- کسی کو اللہ کی اولاد قرار دینے کے عقیدے کے ساتھ کچھ اور گمراہ کن تصورات لازم وملزوم ہیں:
  - والد اپنی اولاد کا خالق نہیں ہوتا لہذا کچھ ایسی ہستیاں بھی ہیں جو اللہ کی اولاد ہیں لہذا اللہ ان کا خالق نہیں۔
  - انسان کا بیٹا انسان ہوتا ہے اسی طرح اللہ کی اولاد بھی اللہ ہی کی ذات وصفات کی حامل ہوگی۔
  - اللہ کی بھی کوئی بیوی ہے اور معاذ اللہ کے بھی سفلی جذبات ہیں جو اس کے ہاں اولاد ہونے کا سبب بنے۔

متذکرہ بالا گمراہ کن تصورات پر اللہ کے غضب کا اظہار اس آیت میں ان الفاظ میں ہوا **اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلاً عَظِيْمًا** (بلاشبہ ایک بڑی بات ہے جو تم کہہ رہے ہو)۔ اسی طرح سورۂ کہف آیات: ***4 - 5*** اور سورۂ مریم آیات: ***88 - 92*** میں بھی اس شرک کی سخت ترین انداز میں مذمت کی گئی ہے۔

# درسِ پنجم : سورۂ حجرات

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ O بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِO

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ
سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ( 1 ) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ
صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ
اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ( 3 ) اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ
رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ط لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ
وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ( 3 ) اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ
لَا يَعْقِلُوْنَ ( 4 ) وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ
خَيْرًا لَّهُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ( 5 ) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ
فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ
نٰدِمِيْنَ ( 6 ) وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ط لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ
الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ
اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ط اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ( 7 )
فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ( 8 ) وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ
الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى
فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا
بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ط اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ( 9 ) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ
اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ( 10 )
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ
وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا
تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ط بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ( 11 ) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا
مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ط
اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ط وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ
تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ( 12 ) يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى
وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ط اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ
عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ( 13 ) قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ط قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ
قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ط وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ
وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْئًا ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ( 14 )
اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا
بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ( 15 )
قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ط وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط
وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ( 16 ) يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ط قُلْ لَّا
تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِيْنَ ( 17 ) اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط

وَاللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ( 18 )

## ☆ تمہیدی نکات:

۱- منتخب نصاب کے حصہ سوم کا پانچواں اور آخری درس ''سورۂ حجرات'' پر مشتمل ہے۔

۲- اس درس کا موضوع ہے ''ملت اسلامیہ کی تاسیس و تشکیل''۔ یہ سورۃ عام سماجی و معاشرتی معاملات سے بلند تر سطح پر سیاست و ریاست سے متعلق قومی و ملی امور سے بحث کرتی ہے۔ ان امور میں اسلامی ریاست کی بنیاد، اس کا اساسی دستور، اس کی شہریت کی بنیاد، داخلی طور پر اتحاد و اتفاق اور یک جہتی و ہم رنگی اور دوسری ریاستوں اور معاشروں سے اسلامی ریاست کا تعلق شامل ہیں۔

۳- مضامین کے اعتبار سے سوۂ حجرات ماقبل سورۃ یعنی سورۂ فتح کی تفسیر یا تتمہ ہے۔ سورۂ فتح کے آخری رکوع میں نبی اکرمؐ کا مقصدِ بعثت غلبۂ دین بتایا گیا ہے اور غلبۂ دین کے لئے کوشش کرنے والوں کی صفات بیان ہوئی ہیں۔ غلبۂ دین کے نتیجہ میں جو ریاست قائم ہوگی اس کے خدوخال سورۂ حجرات میں بیان کیے گئے ہیں۔ نیز اس سورۃ میں غلبۂ دین کے لئے کوشش یعنی جہاد فی سبیل اللہ کو ایمانِ حقیقی کا رکنِ لازم قرار دیا گیا ہے اور ایسا جہاد کرنے والوں کا نبی اکرمؐ سے تعلق اور ان کے باہمی تعلق کو صحیح بنیادوں پر مستحکم کرنے کے لئے ہدایات دی گئی ہیں۔

۴- زمانہ نزول کے اعتبار سے یہ سورۃ فتح مکہ کے بعد 9 ہجری میں نازل ہوئی۔ اس وقت لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے تھے۔ ایسے لوگ نہ تو نبی اکرمؐ کے مقام و مرتبہ سے واقف تھے اور نہ ہی اسلامی معاشرہ میں اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ تھے۔ ایسے لوگوں کے لئے ضروری ہدایات اس سورۃ میں بیان کردی گئیں۔

۵- مضامین کی تقسیم کے اعتبار سے یہ سورۃ تین حصوں پر مشتمل ہے:

i- آیات: 5-1 اور 8-7 — اس حصہ میں اسلامی ریاست کی دستوری بنیادوں کی وضاحت کی گئی ہے

ii- آیت: 6 اور آیات: 12-9 — اس حصہ میں ملت اسلامیہ کی شیرازہ بندی کے لئے احکامات دیے گئے ہیں

iii- آیات: 18-13 — اس حصہ میں اسلامی ریاست میں شہریت کی بنیاد، اسلامی معاشرہ کا دوسرے معاشروں سے تعلق اور ایمانِ حقیقی کے ارکان کے بارے میں ہدایات دی گئی ہیں

## آیات پر غور وفکر

☆ آیت: 1:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا -- اے مومنو! -- لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ -- کسی معاملے کو اللہ اور اس کے رسولؐ سے آگے نہ بڑھاؤ -- وَاتَّقُوا اللّٰهَ -- اور اللہ کی نافرمانی سے بچو -- اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ -- بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

➜ اس آیت میں واضح طور پر فرمایا گیا ہے کہ جس طرح انفرادی زندگی کے ہر معاملہ میں ایک مسلمان اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکامات کا پابند ہے اسی طرح ایک مسلمان معاشرہ اور اسلامی ریاست بھی مادر پدر آزاد نہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کی پابند ہے۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت میں کوئی فرق نہیں اور رسولؐ کی اطاعت درحقیقت اللہ ہی کی اطاعت ہے (النساء: 80)۔

- اس آیت کی رُو سے اسلامی ریاست کے دستور کی پہلی دفعہ ہے ''اِنِ الْحُکْمُ اِلاَّ لِلّٰہِ یعنی حاکمیت صرف اللہ کی ہے'' ( یوسف :40 )۔اس کی بہترین ترجمانی پاکستان کے دستور میں قراردادِ مقاصد کی صورت میں موجود ہے کہ :

" No legislation will be done repugnant to the Quran and the Sunnah"

''کوئی قانون سازی ایسی نہ ہوگی جو قرآن وسنت سے متصادم ہو ''

ان الفاظ کے ذریعہ یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ '' ہر شے اسلام میں حلال ہے جب تک اس کا حرام ہونا قرآن وسنت سے ثابت نہ کردیا جائے''۔ اسلام کی یہ ترجمانی درست نہیں ہے کہ ''اسلام میں ہر شے حرام ہے جب تک اس کا حلال ہونا قرآن وسنت سے ثابت نہ کیا جائے''۔

- البتہ امورِ ریاست چلانے کے لئے ایک محدود آزادی بندوں کو دی گئی ہے جس کی عمدہ وضاحت اس حدیث میں ہے :

مَثَلُ الْمُؤْمِنِ وَمَثَلُ الْاِیْمَانِ کَمَثَلِ الْفَرَسِ فِی اَخِیَّتِہٖ (مسند احمد)

''مومن اور ایمان کی مثال اس گھوڑے کی سی ہے جو اک کھونٹے سے بندھا ہوا ہے''

جس طرح گھوڑا اپنی رسی کی لمبائی کے برابر نصف قطر کے دائرے میں حرکت کرسکتا ہے، اسی طرح ہم بھی اللہ اور اس کے رسولؐ کی طے کردہ حدود کے دائرے میں اَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ (شوریٰ :38) کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے اپنے معاملات باہمی مشورے سے طے کرسکتے ہیں۔

- سورۂ حجرات کی اس آیت پر عمل کے لئے ہمیں سورۂ نساء کی آیت 59 بھی مدنظر رکھنی ہوگی جس میں فرمایا گیا ''اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسولؐ کی اور اپنے میں سے اولوالامر یعنی صاحبانِ اختیار کی''۔البتہ اولوالامر سے اختلاف کی صورت میں قرآن وسنت سے رہنمائی کے حصول کا حکم دیا گیا ہے۔انسانی تمدن کے ابتدائی دور میں اولوالامر کا مقام شیخِ قبیلہ یا بادشاہ کو حاصل ہوتا تھا۔نزولِ قرآن کے وقت تمدن ترقی کر کے ریاست کی سطح پر پہنچ گیا اور قرآن نے واضح کردیا کہ اب خلافت شخصی نہیں بلکہ عوامی ہوگی :

وَعَدَاللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ

اللہ نے وعدہ کیا تم میں سے اُن لوگوں سے جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے عمل کیے انہیں لازماً زمین میں خلافت دے گا۔(النور :55)

عوامی خلافت کا تقاضا ہے کہ اب اولوالامر، عوام کے منتخب نمائندوں پر مشتمل شوریٰ یا پارلیمنٹ ہوگی جو اَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ کے مطابق باہمی مشاورت سے قرآن وسنت کی روشنی میں قانون سازی کا عمل انجام دے گی۔اس کی ایک مجوزہ صورت یہ ہوسکتی ہے :

۱- پارلیمنٹ یا شوریٰ کا رکن منتخب ہونے کے لئے مسلمان ہونا اور ایک خاص علمی و اخلاقی معیار کا حامل ہونا لازم ہوگا۔

۲-منتخب پارلیمنٹ یا شوریٰ قانون سازی کرے گی لیکن اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے کہ یہ قرآن وسنت سے متصادم نہ ہو۔

۳ - اگر ریاست کا کوئی فرد سمجھتا ہے کہ پارلیمنٹ یا شوریٰ کا بنایا ہوا قانون قرآن وسنت سے متصادم ہے تو وہ عدالت سے رجوع کرے گا۔عدالت علماء اور ماہرین کی آراء سے استفادہ کر کے فیصلہ کرے گی آیا قانون سازی میں قرآن وسنت کی خلاف ورزی ہوئی کہ نہیں۔ اگر ایسا ہوا ہے تو عدالت قانون کو کالعدم قرار دے کر پارلیمنٹ یا شوریٰ کو نیا قانون بنانے کا حکم دے گی۔

- آیت کے دوسرے حصے میں تقویٰ کی تلقین کی گئی ہے۔تقویٰ ہی اطاعت کی روح

ہے اور اس کے بغیر شریعت کے بڑے بڑے احکامات کو انسان حیلہ سازی کے ذریعہ کھیل بنا لیتا ہے۔اس سورۃ میں چوں کہ کئی احکاماتِ شریعت بیان کیے گئے ہیں لہذا پانچ بار تقوٰی کا حکم آیا ہے۔

➜ آیت کے آخر میں فرمایا ''اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے''۔اللہ بذاتِ خود انسان کی ہر بات کو سنتا ہے اور اس کے ہر عمل کے ظاہر و باطن سے واقف ہے۔ ان الفاظ میں اہلِ تقوٰی کے لئے سامانِ تسکین اور قرآن وسنت سے روگردانی کرنے والوں کے لئے دھمکی ہے۔

☆ آیات : 2-5 :

**يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا** -- اے مومنو! -- **لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ** -- اپنی آوازیں نبیؐ کی آواز سے اونچی نہ کرو -- **وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ** -- اور اُن کے روبرو زور سے نہ بولا کرو -- **كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ** -- جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو -- **اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ** -- ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں -- **وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ** -- اور تم کو خبر بھی نہ ہو ( 3 ) **اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ** -- جو لوگ اللہ کے رسولؐ کے سامنے اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں -- **اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى** -- یہ ہیں وہ جن کے دل اللہ نے تقوٰی کے لئے آزما لئے ہیں -- **لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ** -- اُن کے لئے بخشش اور اجرِ عظیم ہے ( 3 ) **اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ** -- جو لوگ اے نبیؐ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں -- **اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ** -- اُن میں اکثر ناسمجھ ہیں

( 4 ) **وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا** -- اور اگر وہ صبر کئے رہتے -- **حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ** -- یہاں تک کہ آپؐ خود نکل کر اُن کے پاس آتے -- **لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ** -- تو یہ اُن کے لئے بہتر ہوتا -- **وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ** -- اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے ( 5 )

➜ ان آیات میں اسلامی ریاست کے دستور کی دوسری بنیاد کا ذکر کیا گیا ہے پہلی بنیاد دستوری و قانونی ہے جبکہ دوسری بنیاد جذباتی وثقافتی ہے۔ ہر قوم اپنی شیرازہ بندی کے لئے کسی شخصیت کو قومی ہیرو کا درجہ دینے کی ضرورت محسوس کرتی ہے۔اس ہیرو کے اقوال، تصاویر اور مجسمے نمایاں کرنے کے لئے زرِ کثیر صرف کی جاتا ہے۔اس ہیرو سے محبت، اس کے فرامین کی پیروی اور اس کے لباس کی تقلید پوری قوم کے لئے وحدت کی اساس ثابت ہوتی ہے۔لیکن مسلمانوں کو ایسے کسی ہیرو کو تراشنے کی ضرورت نہیں۔ نبی اکرمؐ کی ذاتِ مبارکہ پوری ملت اسلامیہ کے لئے وہ مرکزی شخصیت اور قابل اتباع ہستی ہے جو ہر علاقہ اور ہر دور کے لئے رہبر اور نمونہ ہے۔ آپؐ کی اتباع سے مختلف قوموں سے تعلق رکھنے والوں میں ایک ملی یکجہتی بھی پیدا ہوتی ہے اور ثقافتی تسلسل بھی برقرار رہتا ہے۔ عالمگیر سطح پر وحدتِ انسانی کے لئے یہ انتہائی اہم بنیاد ہے۔

➜ ملت اسلامیہ کے لئے نبی اکرمؐ کے خصوصی مقام و مرتبہ کو واضح کرنے کے لئے آیت 2 میں فرمایا گیا'' اپنی آواز کو نبیؐ کی آواز پر بلند نہ کرو (یعنی اُنؐ کے فرمان پر اپنی رائے کو فوقیت نہ دو) اور انؐ کے سامنے اس طرح اونچی آواز میں گفتگو نہ کرو جس طرح آپس میں کرتے ہو ورنہ تمہارے سارے اعمال برباد ہو جائیں گے اور تمہیں خبر بھی نہ ہوگی''۔ اس آیت میں بیان شدہ وعید کے خوف سے صحابہ کرامؓ

نبی اکرمؐ کی محفل میں سر جھکا کر ادب سے بیٹھتے تھے اور آپؐ کی رائے آنے سے پہلے اپنی رائے پیش نہ کرتے تھے۔ اگر نبیؐ کوئی سوال کرتے تو پہلا جواب یہ ہوتا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ اس آیت میں بیان شدہ وعید کے ازالہ کے لئے اگلی آیت میں اظہارِ شفقت کے طور پر ایسے لوگوں کے دلوں میں تقویٰ کی موجودگی کی تصدیق کی گئی جو نبی اکرمؐ کی توقیر و تعظیم کرتے ہیں اور انہیں بخشش اور اجرِ عظیم کی بشارت دی گئی۔

◄ ہمارے لئے اس آیت پر عمل کی صورت یہ ہے کہ اگر کسی موضوع پر بحث کے دوران کسی موقف کے حق میں دلیل کے طور پر حدیثِ نبویؐ بیان کردی جائے تو ہمیں فوری طور پر اس موقف کو تسلیم کر لینا چاہیئے۔ البتہ اس حدیث کی سند اور صحیح مفہوم کے اعتبار سے اگر شک ہو تو بعد ازاں تحقیق کی جاسکتی ہے۔

◄ نبی اکرمؐ کی توقیر و تعظیم کے حوالے سے محض ظاہری آداب کا پاس نہ کرنے پر اعمال ضائع ہونے کا اندیشہ ہے تو اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ نبیؐ کی حکم عدولی اور نافرمانی پر کتنا عظیم خسارہ ہوگا (النساء :42)

◄ آیات: 4-5 میں نبی اکرمؐ کی توقیر و تعظیم کے حوالے سے ایک کوتاہی کا ذکر ہے۔ بعض نو مسلم کہیں دور سے مدینہ آئے اور انہوں نے نبیؐ کے حجروں کے باہر سے آپؐ کو پکارنا شروع کر دیا ''یَا مُحَمَّد اُخْرُجْ عَلَیْنَا '' (اے محمدؐ ہماری طرف باہر آیئے )۔ اس عمل پر متوجہ کیا گیا کہ تمام مسلمانوں کو نبی اکرمؐ کی ذاتی مشغولیت (Privacy) اور آرام کا خیال رکھنا چاہیئے اور بجائے باہر سے آوازیں دینے کے، اُن کی باہر آمد کا انتظار کرنا چاہیئے۔ چوں کہ اُن نو مسلموں سے یہ کوتاہی لاعلمی میں سرزد ہوئی تھی لہذا اللہ کی غفور اور رحیم کی صفات بیان کر کے انہیں بخشش کی خوشخبری دی گئی۔

◄ انسان میں عقل بھی ہے اور جذبات بھی۔ حرکت کے لئے جذبات کو بھی Appeal کرنا پڑتا ہے اور اسی اعتبار سے ان آیات میں نبی اکرمؐ کی توقیر و تعظیم کے حوالے سے دستور کی جذباتی بنیاد کا بیان بہت اہم ہے۔ جوں جوں دنیا بھر کے مسلمان نبی اکرمؐ کو مرکز عقیدت، مرکز اطاعت اور مرکز اتباع مانتے ہوئے آپؐ کے قریب ہوں گے، ویسے ویسے ان میں باہمی اخوت، اتحاد اور یک جہتی کا عمل بھی بڑھتا جائے گا۔ اگر ہم وہی چیز پسند کریں جو آپؐ کو پسند تھی، اس چیز سے نفرت کریں جس کو آپؐ ناپسند فرماتے تھے، روزمرہ کے معمولات اور لباس میں آپؐ کی پیروی کریں اور آپؐ کے ہر فرمان کو ادب سے تسلیم کر لیں تو ہماری باہمی محبتیں بھی بہت مضبوط ہوسکتی ہیں۔

☆ آیت: 6 :

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا -- اے مومنو! -- اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ -- اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے -- فَتَبَيَّنُوْۤا -- تو خوب تحقیق کر لیا کرو -- اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ -- ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو نادانی سے نقصان پہنچا دو -- فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ -- پھر تمہیں اپنے کئے پر نادم ہونا پڑے ( 6 )

◄ اس آیت میں فرمایا گیا کہ مسلمانوں کو کسی خبر کے حوالے سے کوئی فیصلہ کرنے سے قبل اُس خبر کی صداقت کی تحقیق کر لینی چاہیئے۔ مضمون کے اعتبار سے اس آیت کا تعلق سورۃ کے پہلے حصے سے بھی ہے اور دوسرے حصے سے بھی۔ اس خصوصیت کی حامل آیات برزخی آیات کہلاتی ہیں۔

➤ اس آیت کا سورۃ کے پہلے حصے کے مضامین سے تعلق یہ ہے کہ چوں کہ اسلامی ریاست کے دستور میں نبی اکرمؐ کے فرامین کو ایک بنیاد کی حیثیت حاصل ہے۔ایسا ممکن ہے کہ کوئی نبیؐ سے جھوٹی حدیث منسوب کر کے اسلامی ریاست کے دستور میں کجی پیدا کرنے کی کوشش کرے۔لہذا حکم دیا گیا کہ نبیؐ سے منسوب حدیث کے بارے میں پوری تحقیق کرو کہ حدیث بیان کرنے والے کا کردار کیسا ہے؟ اور آیا وہ حدیث سند اور مضمون کے اعتبار سے صحیح ہے یا نہیں؟ اسی حکم کی بنیاد پر محدثین نے :

۱- ان ہزاروں اشخاص کی زندگیوں کا جائزہ لیا جن کے نام احادیث کے راویوں کی فہرست میں آتے ہیں اور اس سے اسماءالرجال کے عنوان سے ایک بہت بڑا علم اور فن وجود میں آیا۔

۲- سند و مضمون کے اعتبار سے احادیث کی جانچ پڑتال کی اور ان کی صحت کے حوالے سے درجہ بندی کی۔

➤ اس آیت میں دی گئی ہدایت کا سورۃ کے دوسرے حصہ کے مضمون یعنی ملت اسلامیہ کی شیرازہ بندی سے تعلق یہ ہے کہ افواہوں اور سوئے ظن کا سد باب کیا جائے۔کسی اطلاع پر یقین کر کے رائے قائم کرنے سے قبل تحقیق کر لی جائے کہ وہ اطلاع درست ہے یا نہیں۔بعض اوقات جھوٹی اطلاعات اور افواہوں سے بڑے فتنے پیدا ہو جاتے ہیں، حادثات جنم لیتے ہیں اور ایسے غلط اقدامات کر لئے جاتے ہیں کہ بعد میں پچھتانا پڑتا ہے۔ ارشادِ نبویؐ ہے :

كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِباً اَن يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ

ایک شخص کے جھوٹا ہونے کے لئے کافی ہے کہ وہ جو کچھ سنے
اسے ( بلا تحقیق ) آگے بیان کردے ( مسلم )

اس آیت میں خبر کے لئے لفظ آیا ہے ' نباءٔ ' جس کے معنی ہیں اہم خبر ۔ گویا اگر خبر معمولی نوعیت کی ہے تو یقین کیا جا سکتا ہے۔اسی طرح اگر خبر دینے والا فاسق نہیں اور اس کا کردار شک وشبہ سے بالاتر ہے تو بھی تحقیق کی ضرورت نہیں ۔

☆ آیات: 7-8 :

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ -- اور جان رکھو کہ تمہارے درمیان اللہ کے رسولؐ ہیں -- لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ -- اگر بہت سی باتوں میں وہ تمہارا کہا مان لیا کریں -- لَعَنِتُّمْ -- تو تم مشکل میں پڑ جاؤ -- وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ -- لیکن اللہ نے تمہارے لئے ایمان کو عزیز کر دیا -- وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ -- اور اُسے تمہارے دِلوں میں مزین کر دیا -- وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ -- اور کفر اور گناہ اور نافرمانی سے تم کو بیزار کر دیا -- اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ -- یہ لوگ راہِ ہدایت پر ہیں ( 7 ) فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً -- یہ اللہ کے فضل اور نعمت سے ہے -- وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ -- اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے

➤ ان آیات کا تعلق سورۃ کے پہلے حصے یعنی اسلامی ریاست کی دستوری بنیادوں سے ہے۔آیت 7 میں ایک بار پھر رسول اللہؐ کے مقام و مرتبہ کا احترام کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔یہاں خاص طور پر رُوئے سخن اُن صحابہؓ وصحابیاتؓ کی طرف ہے جن کا نبی اکرمؐ کے ساتھ کوئی قرابت داری کا تعلق تھا۔ان سے فرمایا گیا کہ اگرچہ نبی اکرمؐ تم میں سے کسی کے داماد، کسی کے بھتیجے، کسی کے خسر، کسی کے شوہر اور کسی کے والد بھی ہیں لیکن ان سے تمہاری اصل نسبت رسول اور امتی کی ہے۔ لہذا ان سے معاملہ

کرتے ہوئے یاد رکھو کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔انؐ کی رہنمائی براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ ہر معاملہ میں پہلے ان کی مرضی ومنشاء کو دیکھو اور پھر اگر وہ اجازت دیں تو اپنی رائے پیش کرو۔کسی بھی صورت میں اپنی رائے کو ان کی رائے پر فوقیت دے کر اپنی بات منوانے کی کوشش نہ کرو ورنہ تمہیں لازماً نقصان کا سامنا ہوگا۔

➤ آیت **7** کے دوسرے حصے میں صحابہ کرامؓ کو صاحبِ ایمان، صاحبِ کردار اور صاحبِ ہدایت ہونے کی سند عطا کی گئی ہے۔فرمایا گیا کہ صحابہ کرامؓ کا باطن اس قدر پاکیزہ اور نورِ ایمان سے اس طرح جگمگا رہا ہے کہ انہیں کفر، نافرمانی اور گناہوں کے تصور سے بھی نفرت ہے۔ایسے ہی مخلص ساتھیوں کی رفاقت اور جانثاری کی وجہ سے نبی اکرمؐ کی انقلابی جدوجہد کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔آیت کے اس حصہ سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ ایمانِ حقیقی کا تعلق قلب سے ہے اور اس کے ساتھ عملِ صالح کا ہونا لازم ہے۔نہ صرف کفر بلکہ نافرمانی اور گناہ بھی ایمان کی ضد ہیں۔اسی لئے گناہوں سے توبہ کرنے کے بعد اپنے ایمان کی تجدید بھی ضروری ہوتی ہے (فرقان :**70**)۔

➤ آیت **8** میں ایمان کی محبت اور کفر و نافرمانی سے نفرت کو اللہ کا وہ فضل قرار دیا گیا جو اللہ اپنے علم وحکمت کی بنیاد پر جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔اللہ یہ فضل ہمیں بھی عطا فرمائے:

**اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَاالْاِيْمَانَ وَزَيِّنْهُ فِيْ قُلُوْبِنَا وَكَرِّهْ اِلَيْنَاالْكُفْرَ**
**وَ الْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ وَاجْعَلْنَامِنَ الرَّاشِدِيْنَ!** آمین

## ☆ آیات :**9-10**:

**وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا** -- اور اگر مومنوں میں سے کوئی دو فریق آپس میں لڑ پڑیں -- **فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا** -- تو اُن میں صلح کرا دو -- **فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى** -- اور اگر ایک فریق دُوسرے پر زیادتی کرے -- **فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ** -- تو زیادتی کرنے والے سے لڑو -- **حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ** -- یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے -- **فَاِنْ فَآءَتْ** -- پس جب وہ لوٹ آئے -- **فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ** -- تو دونوں فریقوں میں عدل کے ساتھ صلح کرا دو -- **وَاَقْسِطُوْا** -- اور عدل سے کام لو -- **اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ** -- بے شک اللہ عدل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے (9) **اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ** -- مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں -- **فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ** -- تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرا دیا کرو -- **وَاتَّقُوا اللّٰهَ** -- اور اللہ کی نافرمانی سے بچو -- **لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ** -- تاکہ تم پر رحمت کی جائے (10)

➤ امتِ مسلمہ کی شیرازہ بندی کے لئے پہلا حکم آیت **6** میں دیا گیا کہ افواہوں کی بنیاد پر کوئی فیصلہ یا اقدام نہ کیا جائے۔اب اس سلسلہ میں آیت **9** میں مزید ہدایات دی جا رہی ہیں۔اگر باوجود تمام پیش بندیوں کے اہلِ ایمان کے دو گروہ باہم لڑ پڑیں تو دیگر مسلمانوں کو چاہیئے کہ :

۱- اس صورتِ حال پر انتہائی دکھ اور کرب محسوس کریں اور اسے ملتِ اسلامیہ کے اتحاد میں ایک رخنہ تصور کریں۔لہٰذا لاتعلق ہو کر بیٹھنے کے بجائے متحارب گروہوں میں صلح کروانے کی کوشش کریں۔

۲- اگر کوئی فریق صلح پر آمادہ نہ ہو، یا صلح کے لئے ناجائز شرائط پیش کرے، یا صلح کی

خلاف ورزی کرے، تو اسے سماجی دباؤ کے ذریعہ عادلانہ صلح پر آمادہ کیا جائے۔ سماجی دباؤ میں اس کی ہٹ دھرمی کی علی الاعلان مذمت، اس کا بائیکاٹ اور انتہائی درجہ میں اس کے خلاف جنگ کرنا بھی شامل ہے۔

۴- جب دونوں فریق صلح پر آمادہ ہو جائیں تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرادی جائے۔ اَقْسِطُوْا کے حکم میں تاکید ہے کہ صلح کے مبنی بر عدل ہونے کا خاص خیال رکھا جائے اور خاص طور پر اس فریق پر زیادتی نہ کی جائے جسے زبردستی صلح پر آمادہ کیا گیا ہے۔

➤ آیت **10** میں فرمایا گیا کہ تمام اہلِ ایمان بھائی بھائی ہیں۔ کوئی سلیم الفطرت آدمی پسند نہیں کرتا کہ دو بھائیوں کے درمیان اختلافات رہیں۔ لہذا صلح کی بھرپور کوشش کی جائے۔ اگر ایک بھائی ظلم کر رہا ہے تو اس پر ہر ممکنہ دباؤ ڈال کر اسے ظلم سے روکا جائے۔ اگر ہم بھائیوں کے درمیان تنازعات ختم کرواکر ان پر مہربانی کریں گے تو اللہ بھی ہمیں اپنے رحم وکرم سے نوازے گا۔

اس آیت میں مسلمانوں کی جس باہمی اخوت کا ذکر کیا گیا ہے، اس کی مزید وضاحت مندرجہ ذیل احادیث میں بیان کی گئی ہے :

۱- مومن ایک دوسرے کے لئے عمارت کی مانند ہیں جس کا ایک حصہ دوسرے کو تقویت دیتا ہے۔ پھر آپؐ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر دکھایا (کہ مسلمانوں کو ایسے ہونا چاہیئے)۔ (متفق علیہ)

۲- تمام مسلمان ایک جسدِ واحد کی طرح ہیں۔ اگر اُس کی آنکھ دُکھے تو اس کا سارا جسم درد محسوس کرتا ہے اور اسی طرح اگر اُس کے سر میں تکلیف ہو تو بھی سارا جسم تکلیف میں شریک ہوتا ہے۔ (مسلم)

۳- قسم ہے اُس ذاتِ پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، کوئی بندہ سچا مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی نہ پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

۴- مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اسے دشمن کے حوالے کرتا ہے، جو اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں لگ جاتا ہے، اللہ اس کی حاجت روائی اپنے ذمہ لے لیتا ہے، جو کسی مسلمان کی تکلیف کو دور کرتا ہے، اللہ قیامت کے دن اس کی تکلیف دور کردے گا، جو کسی بھائی کی پردہ پوشی کرتا ہے، اللہ روزِ قیامت اس کی پردہ پوشی کرے گا''۔ (متفق علیہ)

۵- آپس میں حسد نہ کرو، ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کے لئے بولی نہ بڑھاؤ، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے بے رُخی نہ اختیار کرو، تم میں سے ایک بھائی دوسرے بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے، اے اللہ کے بندو سب بھائی بھائی بن جاؤ، مسلمان' مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اسے مصیبت میں چھوڑتا ہے، نہ اس سے جھوٹ بولتا ہے، نہ اس کی توہین کرتا ہے، (پھر اپنے سینۂ مبارک کی طرف تین بار اشارہ کرکے فرمایا) تقویٰ یہاں ہوتا ہے (یعنی دل میں)، کسی شخص کے برا ہونے کے لئے یہ ہی کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے اور ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون، مال اور عزت حرام ہے۔ (مسلم)

۶- ہر مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں۔ سلام کا جواب دینا، بیمار کی عیادت کرنا، جنازے کے ساتھ جانا، دعوت قبول کرنا، چھینک آنے پر ''یَرْحَمُکَ اللّٰہُ'' کہہ کر اس کے لئے دعائے رحمت کرنا۔ (متفق علیہ)

☆ آیات: 11-12:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا -- اے مومنو! -- لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ -- مرد مذاق نہ اڑائیں مردوں کا -- عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ -- ممکن ہے کہ وہ اُن (مذاق اڑانے والوں) سے بہتر ہوں -- وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ -- اور نہ عورتیں مذاق اڑائیں عورتوں کا -- عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ -- ممکن ہے کہ وہ اُن (مذاق اڑانے والیوں) سے بہتر ہوں -- وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ -- اور اپنے مسلمان بھائی کو طعنہ نہ دو -- وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ -- اور نہ ایک دوسرے کا بُرا نام رکھو -- بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ -- ایمان لانے کے بعد بُرا نام رکھنا برا عمل ہے -- وَ مَنْ لَّمْ يَتُبْ -- اور جو توبہ نہ کریں -- فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ -- پس وہی تو ظالم ہیں (11) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا -- اے مومنو! -- اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ -- بہت گمان کرنے سے بچو -- اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ -- بے شک بعض گمان گناہ ہیں -- وَّلَا تَجَسَّسُوْا -- اور کسی کے بارے میں تجسس نہ کرو -- وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا -- اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے -- اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ -- کیا تم میں سے کوئی پسند کرے گا -- اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا -- کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ -- فَكَرِهْتُمُوْهُ -- تو یہ تو تمہیں بہت برا لگا -- وَاتَّقُوا اللّٰهَ -- اور اللہ کی نافرمانی سے بچو -- اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ -- بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے (12)

- ان آیات میں ان مجلسی برائیوں سے روکا گیا ہے جن کی وجہ سے دو افراد یا گروہوں میں محبت و الفت کمزور پڑ جاتی ہے، نفرت و عداوت کا آغاز ہوتا ہے اور بعض اوقات دشمنی ایسی شدت اختیار کرتی ہے کہ فتنہ و فساد کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔
- آیت **11** میں تین ایسی مجلسی برائیوں سے منع کیا گیا جو آمنے سامنے کی جاتی ہیں اور ہر اعتبار سے شر ہیں۔ آیت **12** میں ایسی تین برائیوں سے روکا گیا ہے جو کسی کی عدم موجودگی میں کی جاتی ہیں۔ البتہ ان میں نقصان اور شر کے پہلو کے ساتھ ساتھ بعض اوقات خیر کا پہلو بھی ہو سکتا ہے۔
- آیت **11** میں حسبِ ذیل تین برائیوں کی ممانعت ہے:

ا- کسی کا مذاق اڑانا۔ مذاق کسی کی صورت، عیب، لباس یا کام کا اڑایا جاتا ہے۔ مذاق گفتگو سے، ہنس کر، نقل اتار کر، کسی کی طرف اشارہ کر کے اور کسی کے عیب کی طرف دوسروں کو متوجہ کر کے اڑایا جاتا ہے۔ اکثر و بیشتر کسی کو رنگ، نسل، جسمانی عیب، گفتگو، لباس، پیشے وغیرہ کی وجہ سے کم تر سمجھ کر اس کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ عربی زبان کی کہاوت ہے ہے "تلواروں کے زخم مندمل ہو جاتے ہیں لیکن زبان کے زخم مندمل نہیں ہوتے"۔ مذاق اڑانا بعض اوقات کسی کے دل پر ایسا کاری زخم لگاتا ہے جو مدتوں مندمل نہیں ہوتا۔ مذاق اڑانے والا کسی کے ظاہر کو دیکھ کر ایسا کرتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ انسان کے باطن پر ہوتی ہے۔ حدیثِ نبویؐ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَاَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَ اَعْمَالِكُمْ

بے شک اللہ نہ تمہاری صورتیں دیکھتا ہے نہ مال، البتہ وہ تمہارے دل دیکھتا ہے اور اعمال (ترمذی)

ممکن ہے جس کا مذاق اڑایا جا رہا ہے وہ اپنی کسی نیکی کی وجہ سے اللہ کو مذاق

اڑانے والے سے زیادہ محبوب ہو یا اگر آج برا ہے تو کل کوئی ایسا عمل کرے کہ اللہ کی نگاہ میں افضل قرار پائے۔

عام طور پر قرآنِ حکیم میں مخاطب مرد ہوتے ہیں لیکن دیے جانے والے احکامات کا اطلاق خواتین پر بھی ہوتا ہے۔اس آیت میں خواتین کو علیحدہ سے مذاق اڑانے سے روکا گیا کیوں کہ یہ برائی خواتین میں کثرت سے پائی جاتی ہے۔خواتین کا دائرہ کار گھر تک محدود ہوتا ہے اور اس چھوٹی دنیا میں سطحی باتوں پر توجہ زیادہ ہوتی ہے، لہٰذا ان باتوں پر تنقید کا معاملہ بھی بڑھ جاتا ہے۔اس آیت سے یہ مفہوم لینا درست نہیں کہ مرد، مردوں کا مذاق نہ اڑائیں البتہ عورتوں کا مذاق اڑا سکتے ہیں یا خواتین، خواتین کا مذاق نہ اڑائیں لیکن مردوں کا مذاق اڑا سکتی ہیں۔ ہمارے دین میں اس کی اجازت ہی نہیں کہ عورتیں اور مرد مخلوط محافل میں شریک ہو کر ایک دوسرے سے بے تکلف ہوں اور نوبت ہنسی مذاق تک جا پہنچے۔

۲- کسی کو طعنہ دے کر یا اس پر الزام لگا کر اسے شرمندہ کرنا۔اس آیت میں فرمایا گیا کہ اپنوں کو طعنہ نہ دو یعنی تمام مسلمان آپس میں بھائی اور ایک ملتِ واحدہ ہیں لہٰذا کسی مسلمان کو طعنہ دینا درحقیقت اپنی ہی ملت کو داغدار کرنا ہے۔

۳-کسی شخص یا گروہ کا ایسا نام رکھنا جو اسے ناگوار محسوس ہوتا ہو۔یہ انتہائی بزدلانہ اور گھٹیا حرکت ہے اور ایمان کے دعویدار انسان کو ہرگز زیب نہیں دیتی۔ایمان تو وہ جذبۂ محرکہ ہے جو انسان کی سوچ اور کردار کو اعلیٰ صفات کا حامل بننے کی طرف گامزن کرتا ہے۔

آیت کے آخر میں وعید سنا دی گئی کہ جو لوگ ان برائیوں سے باز نہیں آتے ان کا شمار اللہ کے ہاں ظالموں میں ہوگا۔

◄ آیت 12 میں حسبِ ذیل تین برائیوں سے روکا گیا:

ا- سوئے ظن یعنی برا گمان کرنا۔انسان کی رائے محض گمان پر نہیں بلکہ ٹھوس حقائق کی بنیاد پر ہونی چاہئے۔کسی شخص کے ساتھ معاملہ کا آغاز حسن ظن سے کرنا چاہیئے۔سوئے ظن بعض اوقات پہ بہ پہ غلط فہمیوں کا سبب بن جاتا ہے اور انسان سے افسوسناک اقدامات کروا دیتا ہے۔

البتہ بعض معاملات میں سوئے ظن کے جواز کی صورت بنتی ہے:

i- کسی شخص یا گروہ کے معاملات، کردار اور سرگرمیوں میں ناپسندیدہ علامات اتنی واضح ہوں کہ حسنِ ظن کا امکان ہی نہ رہے۔

ii- ایسے معاملات جن کا براہ راست علم نہ ہو لیکن ان کا فیصلہ کرنا ضروری ہو۔ اب یہ فیصلہ بالواسطہ علم اور شہادتوں کی بنیاد پر گمانِ غالب کے ساتھ کیا جائے گا۔مثلاً کسی جج کا کسی شخص کو جرم کا مرتکب قرار دے کر سزا دینا۔

۲- تجسس کرنا یعنی کسی کی ٹوہ میں لگنا۔عام طور پر کسی کے ساتھ حسد، بغض، دشمنی یا دنیوی معاملات میں مسابقت کی وجہ سے، اس کے نجی و ذاتی معاملات کو جاننے کی کوشش کی جاتی ہے تاکہ اس کو بدنام کیا جائے یا نقصان پہنچایا جائے۔بعض لوگ بلا وجہ پڑوسیوں، قرابت داروں یا کسی بھی شخص کے معاملات میں دخل اندازی کے لئے اس حرکت کا ارتکاب کرتے ہیں۔بعض اوقات کسی کو بلیک میل کرنے کے لئے اس کے ذاتی معاملات کی کھوج کرید کی جاتی ہے اور پھر اس کی تشہیر کی جاتی ہے یا اسکینڈل کھڑا کیا جاتا ہے۔اس برائی سے مسلمانوں کو روکا گیا کیوں کہ یہ آپس میں شدید نفرتوں کا باعث بنتی ہے۔ارشادِ نبوی ہے:

''مسلمانوں کے پوشیدہ حالات کی کھوج نہ لگایا کرو۔جو شخص مسلمانوں کے عیوب ڈھونڈنے کے در پے ہو جائے گا اللہ اُس کے در پے ہو جائے گا اور اللہ جس

کے درپے ہوجائے اُسے اُس کے گھر میں رُسوا کر کے چھوڑتا ہے‘‘۔(ابوداؤد)

البتہ بعض صورتوں میں تجسس کی اجازت ہے :

i- کسی بھائی کی مدد کرنے کی نیت سے اس کے حالات جاننے کی کوشش کرنا۔

ii- رعایا کے مسائل حل کرنے کے لئے ان کی مشکلات جاننے کی کوشش کرنا۔

iii - کسی شخص کے متعلق شبہ ہوجائے کہ اس کی سرگرمیاں دوسروں کے جان و مال اورعزت وآبرو کے لئے یا ملک کی سالمیت وسلامتی کے لئے خطرہ ہیں تو اس کے متعلق کھوج کرید کرنا اوران سرگرمیوں کی اطلاع حکومت کو دینا۔حکومت بذات خود بھی ایسے مشتبہ افراد کی سرگرمیوں کی نگرانی کرسکتی ہے۔اگر کسی شخص میں کوئی ذاتی برائی ہے تو اس کی پردہ پوشی کرنی چاہیئے ۔لیکن اگر یہ برائی متعدی ہے تو پھر اس کی بذات خود یا کسی بااختیار شخصیت یا ادارے کے ذریعہ اصلاح کی کوشش کرنا ضروی ہے۔

۳- غیبت کرنا یعنی کسی کی غیر موجودگی میں اس کی برائی کرنا۔اگر یہ برائی فی الواقع اس شخص میں موجود ہے تو اس کا بیان کرنا غیبت ہے ورنہ بہتان ہے۔ایک چونکا دینے والی تمثیل کے ذریعہ واضح کیا گیا کہ غیبت کا گناہ اتنا ہی برا ہے جیسے ایک مردہ بھائی کا گوشت نوچ نوچ کر کھانا جو اپنے دفاع پر قادر نہیں ہے۔

غیبت کی بعض جائز شکلیں حسب ذیل ہیں :

i- ظالم کے خلاف مظلوم کی شکایات کرنا یا رپورٹ درج کروانا۔

ii- اصلاح کی نیت سے کسی کی برائی ایسے شخص یا ادارے کے سامنے بیان کرنا جو اس کی اصلاح کی کوشش کرسکتا ہو۔

iii- عدالت میں کسی کے خلاف گواہی دینا تاکہ عدالت درست فیصلے تک پہنچ سکے۔

iv- ایسے افراد کے بارے میں تجسس کرنا اور اگر ان میں کوئی برائی ہے تو تحریر کرنا جن کا نام کسی حدیث کے راویوں کی فہرست میں آتا ہے تاکہ کسی حدیث کے مقام ومرتبہ کا صحیح تعین کیا جاسکے۔

v- کسی آدمی نے کہیں نکاح کی نسبت قائم کرنی ہو یا کسی کے ساتھ کوئی معاہدہ کرنا ہو یا کسی کے پڑوس میں آباد ہونا ہو یا کسی کو امانت دینا ہو تو ایسے آدمی کو متعلقہ آدمی کا عیب محض اس نیت سے بتانا کہ وہ لاعلمی کی وجہ سے دھوکا نہ کھائے۔

vi- ایسے شخص کی بددیانتی کو بیان کرنا جو کاروبار یا لین دین کے معاملات میں سچا اور امین نہ ہو۔

vii- قومی رہنماؤں پر تنقید کرنا جن کے سیرت وکردار، آراء وخیالات اور فیصلوں کے اثرات اجتماعی معاملات پر پڑتے ہیں۔

آیت کے آخر میں امید دلائی گئی کہ اگر تم ان برائیوں سے باز آجاؤ اور توبہ کرلو تو اللہ بھی تم پر نظر کرم فرمائے گا اور تمہیں معاف کردے گا۔

☆ آیت :**13** :

**يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ** -- اے لوگو! -- **اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى** --ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا -- **وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ** --اور تمہیں خاندانوں اور قبیلوں میں تقسیم کیا-- **لِتَعَارَفُوْا** -- تاکہ تم ایک دُوسرے کو شناخت کرسکو -- **اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ** -- اور اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے -- **اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ** --بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے ( 13 )

➡ اس آیت میں خطاب ’’یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا‘‘ کے بجائے ’’یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ‘‘ سے

شروع ہوتا ہے۔ گویا اس آیت میں دی گئی ہدایت کا تعلق پوری نوعِ انسانی سے ہے۔ یہ آیت برزخی نوعیت کی ہے یعنی اس کا تعلق سورۃ کے دوسرے اور تیسرے دونوں حصوں سے ہے۔

- اس آیت کا سورۃ کے دوسرے حصے سے تعلق یہ ہے کہ وہ مجلسی برائیاں جن سے ملت کی شیرازہ بندی متاثر ہوتی ہے عام طور پر ایک دوسرے کو حقیر سمجھنے کی وجہ سے کی جاتی ہیں۔ اس آیت میں فرمایا گیا کہ کوئی بھی انسان حقیر نہیں ہے۔ تمام انسان ایک خالق کی مخلوق اور ایک مرد اور عورت کی اولاد ہونے کے ناطے بالکل برابر اور ایک عالمگیر برادری کا حصہ ہیں۔
- سورۃ کے تیسرے حصے کے اعتبار سے یہ آیت پوری نوعِ انسانی کے درمیان وحدت کی اساس فراہم کرتی ہے۔ انسان نے اجتماعیت کے میدان میں ارتقاء کرتے کرتے قبائلی نظام، پھر شہری حکومت اور اب ریاست کے تصور تک رسائی حاصل کر لی ہے۔ اب انسان شدت سے محسوس کر رہا ہے کہ اگر ایک عالمی ریاست (World State) قائم نہ ہوئی تو قوموں کے درمیان تصادم اور اس میں مہلک ہتھیاروں کے استعمال کی وجہ سے انسان ایک ہولناک تباہی سے دوچار ہو کر رہے گا۔ ذرائع ابلاغ کی ترقی نے آج پوری دنیا کو قریب کر کے فاصلوں کو بے معنی کر دیا ہے اور اس طرح ایک عالمی ریاست کے قیام کی راہ ہموار کر دی ہے۔ لیکن دلوں میں ایسے فاصلے ہیں جو اس سلسلہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ یہ فاصلے مختلف اقوام کے درمیان رنگ، نسل اور زبان کی بنیاد پر نفرتوں کی صورت میں ہیں۔ یہ آیت اس رکاوٹ کو دور کرتی ہے اور مساواتِ انسانی کے لئے یہ اساس فراہم کرتی ہے کہ:

"تمام انسان ایک خالق کی مخلوق اور ایک ہی والدین کی اولاد ہونے کی وجہ سے برابر ہیں اور ایک عالمگیر برادری کے رشتہ میں منسلک ہیں"۔

- رنگ، نسل اور زبان کی بنیاد پر تعصّبات کو اسلام کے سوا کوئی نظریہ ختم نہیں کر سکتا۔ امریکہ میں گورے اور کالے کی تمیز، یورپی اقوام میں نسلی برتری کا زعم، یہودیوں کا تمام غیر یہودیوں کو حقارت سے جانور (Gentiles) سمجھنا اور ہندوؤں کے مذہب میں برہمن اور شودر کی تقسیم نے عالمی امن کو شدید خطرات سے دوچار کر دیا ہے۔ دشمنانِ اسلام بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ان تعصّبات کے خلاف کامیابی حاصل کرنے والے واحد انسان نبی کریمؐ ہیں۔ تاریخ میں پہلی مرتبہ انسانی حریت و اخوت و مساوات پر مبنی معاشرہ قائم کیا جنابِ نبی کریمؐ نے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپؐ نے ارشاد فرمایا:

يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ وَّ اَبَا كُمْ وَاحِدٌ اَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ وَّ لَا لِعَجَمِيٍّ عَلٰى عَرَبِيٍّ وَّلَااَسْوَدَ عَلٰى اَحْمَرَ وَلَااَحْمَرَ عَلٰى اَسْوَدَ اِلَّا بِالتَّقْوٰى (مسند احمد)

"اے لوگو بے شک تمہارا رب بھی ایک ہے اور تمہارے والدین بھی ایک۔ سن لو! کوئی فضیلت نہیں ہے کسی عربی کو کسی عجمی پر اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر اور نہ کسی کالے کو کسی گورے پر اور نہ کسی گورے کو کسی کالے پر۔ فضیلت کی بنیاد صرف تقویٰ ہے"۔

- انسانوں میں ایک دوسرے پر برتری (The urge to dominate) کے حصول کا جذبہ فطری طور پر موجود ہے۔ اگر معاشرے میں برتری کی بنیاد دولت یا اقتدار نہ ہو بلکہ اخلاق و تقویٰ ہو تو انسانوں کے مابین مسابقت مثبت اور مفید (Productive) خطوط پر پروان چڑھتی ہے اور ایک صالح معاشرہ وجود میں آتا ہے۔
- آیت کے دوسرے حصے میں کہا گیا کہ انسانوں کی مختلف گروہوں اور قبائل میں تقسیم محض تعارف یعنی پہچاننے کی سہولت کے لئے ہے۔ اللہ کے نزدیک صاحبِ عزت وہ ہے جو متقی ہے۔ تقویٰ کا تعلق ظاہر سے نہیں بلکہ باطن سے ہے۔ لہذا اللہ ہی بہتر

جانتا ہے کہ کس دل میں تقویٰ ہے اور کتنا ہے؟ اسی کے اعتبار سے آخرت میں انسان کا مرتبہ ومقام طے ہوگا۔

☆ آیت :**14**:

**قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا** -- دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے -- **قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا** -- کہہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے -- **وَلٰکِنْ قُوْلُوْآ اَسْلَمْنَا** -- بلکہ یُوں کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں -- **وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ** -- اور ایمان تو ابھی تمہارے دِلوں میں داخل ہی نہیں ہوا -- **وَاِنْ تُطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ**-- اور اگر تم اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرماں برداری کرتے رہے -- **لَا یَلِتْکُمْ مِّنْ اَعْمَالِکُمْ شَیْئًا** -- تو اللہ تمہارے اعمال میں سے کچھ کم نہیں کرے گا -- **اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ** بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ( 14 )

- یہ قرآنِ حکیم کی واحد آیت ہے جہاں اسلام اور ایمان کی اصطلاحات مقابل کے طور پر لائی گئی ہیں۔ چند نومسلموں کے ایمان کے دعوے کی نفی کی گئی لیکن ان کے اسلام کا اثبات کیا گیا۔ یہاں زبانی اقرار کو اسلام اور قلبی یقین کو ایمان کہا گیا ہے۔ اسلام عام ہے اور ہر مسلمان اس سے بہرور ہے لیکن ایمان خاص ہے اور یہ نعمت کسی کسی کو حاصل ہے۔ جن لوگوں کو یہ نعمت حاصل ہے ان کی کیفیت اگلی آیت میں بیان کی گئی ہے۔
- قرآنِ حکیم میں دیگر مقامات پر اسلام کو ایمان کی مترادف اصطلاح کے طور پر بیان کیا گیا ہے (مثلاً البقرہ:**128**، آل عمران:**67**، الانعام:**25**)۔
- اسلام یعنی زبانی اقرار، قانونی ایمان ہے اور قلبی تصدیق، حقیقی ایمان۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو حکم دیتے ہیں کہ وہ حقیقی ایمان حاصل کرے (النساء:**136**)۔ البتہ اس آیت میں اللہ کی شانِ غفاری ورحیمی کا اظہار ہے کہ اگر بغیر قلبی ایمان کے بھی اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کی جائے تو پورا پورا بدلہ ملے گا۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ استقامت کے ساتھ عمل کرنے سے دل میں ایمان پیدا ہوتا ہے۔
- امام ابن تیمیہؒ کا قول ہے کہ اس آیت میں جن نومسلموں کا ذکر ہے نہ وہ مومن تھے اور نہ ہی منافق۔ ان کے مومن ہونے کی نفی اس آیت میں دوبار کی گئی۔ البتہ اگر وہ منافق ہوتے تو ان کے اعمال کی قبولیت کی نوید نہ دی جاتی۔ گویا وہ لوگ ایمان اور نفاق کے درمیان *Zero Level* کی کیفیت پر تھے۔
- سورۃ کے موضوع کے اعتبار سے اس آیت سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اسلامی ریاست میں شہریت کی بنیاد اسلام پر ہے۔ ایمان ایک باطنی حقیقت ہے جسے دنیا میں جانچا یا ناپا نہیں جاسکتا۔ لہٰذا اسلامی ریاست میں شہری حقوق زبانی اقرار یعنی اسلام کی بنیاد پر حاصل ہوسکیں گے۔ اسلامی معاشرہ ایک نظریاتی معاشرہ ہے جس کی بنیاد رنگ، نسل یا زبان پر نہیں بلکہ صرف اور صرف اسلام پر ہے۔ لہٰذا اس ریاست کے شہری صرف مسلمان ہوں گے اور غیر مسلموں کو ذمی بن کر رہنا ہوگا (التوبہ:**29**)۔ البتہ اسلامی معاشرے کا دیگر معاشروں سے تعلق برابری کا ہوگا جس کی بنیاد وحدتِ خالق اور وحدتِ والدین کے اصول پر ہوگی۔

☆ آیت :**15**:

**اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ** -- مومن تو بس وہ ہیں -- **الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ** -- جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے -- **ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا** -- پھر شک میں نہ پڑے -- **وَجَاھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ** -- اور انہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اپنے اموال اور اپنی جانوں کے ساتھ -- **اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ** -- یہی لوگ سچے ہیں ( 15 )

- آیت 14 میں نومسلموں کے اسلام کا اثبات اور ایمان کی نفی کی گئی۔اب سوال یہ پیدا ہوا کہ ان لوگوں کی صفات کیا ہیں جو ایمانِ حقیقی سے بہرہ ور ہیں؟ یہ آیت اس سوال کا جواب دیتی ہے۔اس آیت میں ایمانِ حقیقی کے دوارکان بتائے گئے ہیں :

۱- باطن میں یقینِ قلبی یعنی انسان کی سوچ کا شک وتذبذب سے پاک ہو کر اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کے لئے یکسو ہو جانا۔

۲- ظاہر میں جہادِ فی سبیل اللہ یعنی مال وجان سے اللہ کے دین کے غلبے کے لئے جہاد کرنا۔

- اس آیت میں بندۂ مومن کی جامع و مانع تعریف بیان کر دی گئی ہے۔آیت کے آغاز اور اختتام پر حصر کا اسلوب ہے۔یعنی سچا مومن تو بس وہی ہے جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کے لئے یکسو ہو اور مال اور جان سے ایسے نظام کے خلاف جہاد کرے جس میں اللہ کا دین غالب نہ ہو۔ اگر ایسا ہے تو ہم ایمانِ حقیقی کی دولت رکھتے ہیں جس کی بنیاد پر آخرت میں کامیابی کا فیصلہ ہوگا ورنہ ہم صرف قانونی مسلمان ہیں اور آخرت میں ہمیں ناکامی کے اندیشہ سے ڈرنا چاہیئے۔
- جہادِ فی سبیل اللہ ایمانِ حقیقی کا رکن اور ایک اہم دینی فریضہ ہے جس پر علیحدہ سے گفتگو ہوگی۔منتخب نصاب حصہ چہارم میں تواصی بالحق کے ذیل میں جہاد فی سبیل اللہ کے مختلف پہلو بھی زیرِ بحث آئیں گے۔

☆ آیات 16-18 :

قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ -- اُن سے کہو کہ کیا تم اللہ کو اپنی دین داری سے آگاہ کرتے ہو -- وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ --اور اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے -- وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ -- اور اللہ ہر شے کا جاننے والا ہے (16) يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا --یہ لوگ تم پر احسان رکھتے ہیں کہ مسلمان ہو گئے ہیں -- قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَكُمْ -- کہہ دو کہ اپنے مسلمان ہونے کا مجھ پر احسان نہ رکھو -- بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ -- بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے -- اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ --کہ اُس نے تمہیں ایمان کا راستہ دکھایا -- اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ --اگر تم سچے ہو (17) اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ --بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے -- وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ -- اور دیکھتا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو (18)

ان آیات میں ان نومسلموں کو مخاطب کر کے ایک اہم حقیقت بیان کی گئی جنہوں نے نبی کریمؐ پر اپنے قبولِ اسلام کا احسان جتلایا تھا۔فرمایا گیا کہ کسی انسان کا مسلمان ہو جانا، اللہ یا نبی کریمؐ پر کوئی احسان نہیں بلکہ یہ تو اللہ کا اس انسان پر احسان ہے کہ اس نے اسے اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔پھر اللہ نے تو اسلام سے آگے بڑھ کر ایمان کی طرف رہنمائی کی ہے۔آخر میں فرمایا گیا کہ اللہ بذاتِ خود جانتا ہے کہ کون اخلاصِ نیت سے اسلام لایا ہے اور کس کا دل ایمانِ حقیقی سے منور ہے۔

# جہادِ فی سبیل اللہ

☆ موضوع کی اہمیت :

- اللہ تعالیٰ کا تاکیدی حکم — سورۂ حج آیت **78**
- اللہ اور رسولؐ سے محبت کا عملی ثبوت — سورۂ توبہ آیت **24**
- ایمانِ حقیقی کا جزوِ لازم — سورۂ حجرات آیات **14 - 15**

- ہدایت کے حصول کا یقینی ذریعہ — سورۂ عنکبوت آیت **69**
- دردناک عذاب سے نجات کا ذریعہ — سورۂ صف آیات **10-11**

## ☆ جہاد فی سبیل اللہ کا مفہوم :

لفظِ جہاد کا مادہ ہے ج ہ د ۔ **جُھْدٌ** کے معنی ہیں کوشش کرنا (To Strive)
جہاد کے معنی ہیں کشاکش یعنی کوششوں کا باہم ٹکرانا (To Struggle against)

کشاکشِ خس و دریا ہے دیدنی کوثر
الجھ رہے ہیں زمانے سے چند دیوانے

**"جہاد فی سبیل اللہ سے مراد ہے ایسی کشاکش جس کا مقصد اللہ کے دین کی سربلندی ہو"** (متفق علیہ)

## ☆ جہاد فی سبیل اللہ کی فرضیت :

جہاد فی سبیل اللہ یعنی اللہ کے دین کے غلبہ کے لئے کوشش کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے کیوں کہ :

- اللہ کی زمین پر اللہ کے دین کا نفاذ حقوق اللہ میں سے ہے۔ ایسے لوگ کافر، مشرک اور باغی ہیں جو اللہ کے نازل کردہ احکامات کے مطابق فیصلے نہیں کرتے۔
  (المائدہ : **44، 45، 47**)
- اللہ کے دین کا نفاذ حقوق العباد میں سے بھی ہے کیوں کہ عدل وانصاف صرف اور صرف اللہ کے عطا کردہ نظام یعنی نظام خلافت کو قائم کرنے سے حاصل ہوسکتا ہے۔ لہذا بندوں کو ظلم وستم سے بچانے کے لئے عدل کا علمبردار بن کر کھڑا ہونا ہماری ذمہ داری ہے۔ (النساء : **135**، المائدہ : **8**)

## ☆ جہاد فی سبیل اللہ کے حوالے سے مغالطے :

1- جہاد کو صرف قتال یعنی جنگ کے معنی دے دیے گئے۔
2- جہاد کو محض قتال سمجھتے ہوئے فرض کفایہ قرار دے دیا گیا۔
3- مسلمانوں کی ہر جنگ کو جہاد فی سبیل اللہ قرار دے دیا گیا جس سے اس مقدس اصطلاح کا تقدس بری طرح سے مجروح ہوا۔

## ☆ جہاد کی اقسام :

1- منفی جہاد : غلط مقاصد کے لئے یا ناجائز ذرائع کے ذریعہ
(لقمان : **15**، النساء : **76**)

2- مثبت جہاد :

i — بقائے ذات اور بقائے نسل کے لئے جہاد - جہادِ زندگانی

مجھے مسجد سے مکتب کی طرف تقدیر نے کھینچا
تنازع للبقاء کی آہنی زنجیر نے کھینچا

ii — حقوق یا آزادی کے لئے جہاد

iii — کسی نظریہ کی سربلندی کے لئے جہاد - اعلیٰ ترین نظریے یعنی دینِ اسلام کے غلبے کے لئے جہاد کو کہا جاتا ہے **جہاد فی سبیل اللہ**

## ☆ جہاد فی سبیل اللہ کی منازل :

### 1- ذاتی زندگی میں اللہ کی کامل بندگی کے لئے :

تین مراحل : i - نفس کے خلاف (یوسف : **53**) **افضل جہاد**
ii - شیطان کے خلاف (فاطر : **6**)

iii - بگڑے ہوئے معاشرے کے خلاف (انعام : **116**)

ذرائع : i - قرآنِ حکیم (مَوْعِظَة - شِفَاءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْر) یونس : **57**

ii - انفاقِ مال (تزکیۂ نفس کے لئے) توبہ : **103**

iii - بذلِ نفس - جان کھپانا (اطاعت وفرمانبرداری کے لئے)

iv - پاکیزہ ماحول سے وابستگی توبہ : **119**

صحبتِ صالح تُرا صالح کند

صحبتِ طالح تُرا طالح کند

## 2 - دوسروں کو اللہ کی بندگی کی دعوت دینے کے لئے :

تین مراحل : سورۂ نحل آیت **125** کی روشنی میں

i - معاشرے کی ذہین اقلیت تک ابلاغ کے لئے **حکمت** یعنی دلائل کے ساتھ جہاد

ii - عوام الناس تک ابلاغ کے لئے **موعظہ حسنہ** یعنی پُرسوز وعظ ونصیحت کے ساتھ جہاد

iii - اعتراضات کرنے والوں اور فتنے اٹھانے والوں کے خلاف **مجادلہ احسن** یعنی عمدہ بحث ومباحثہ کے ساتھ جہاد

ذرائع : i - قرآنِ حکیم وَ جَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا الفرقان : **52**

فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ ، بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ ،

لِتُبَشِّرَ بِهٖ ، لِتُنْذِرَ بِهٖ

ii - زبان/قلم (تقریر وتحریر)

iii - انفاقِ مال دین کے فروغ کے لئے مختلف ذرائع پر مال خرچ کرنا

iv - بذلِ نفس جان کھپانا دینی تعلیمات سیکھنے اور عام کرنے کے لئے

v - کسی انجمن یا ادارے سے وابستگی آلِ عمران : **104**

## 3 - اللہ کے دین کے غلبہ کے لئے :

تین مراحل : i - صبرِ محض (Passive Resistance) النساء : **77**

مخالفت کے جواب میں بدلہ نہ لینا لیکن اپنے موقف پر ڈٹے رہنا

ii - اقدام (Active Resistance) الحج : **39**

مناسب قوت کی فراہمی پر نظامِ باطل کو چھیڑنا۔

iii - مسلح تصادم (**Armed Conflict**) البقرہ : **216**

جنگ - قتال فی سبیل اللہ **اعلیٰ جہاد**

ذرائع : i - انفاقِ مال ii - بذلِ نفس

iii - **منظّم جماعت** - حدیث میں پانچ باتوں کا حکم (ترمذی)

نوٹ : i - پہلی دومنزلوں کا جہاد اسی وقت جہاد فی سبیل اللہ ہوگا جب کہ تیسری منزل یعنی غلبہء دین کی جدوجہد پیشِ نظر ہو۔

ii - باطل نظام کے تحت زندگی بسر کرنا گناہ ہے جس کا کفارہ یہ ہے کہ اس نظام کے خلاف اور غلبہء دین کے لئے مسلسل جدوجہد کی جائے۔

## ☆ جہاد فی سبیل اللہ کے ذرائع :

- دیگر ذرائع کے علاوہ، جہاد فی سبیل اللہ کی تمام منازل پر مال وجان دونوں سے جہاد کرنا پڑتا ہے۔ اسی لئے قرآنِ حکیم میں **9** بار مال اور جان کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔
- ایک حدیثِ نبویؐ میں جہاد بالقلب، جہاد باللسان اور جہاد بالید کے الفاظ آئے ہیں یعنی دل، زبان اور ہاتھ کو جہاد فی سبیل اللہ کے ذرائع قرار دیا گیا ہے :

مَا مِنْ نَّبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ فِی اُمَّتِہٖ مِنْ قَبْلِی اِلَّا کَانَ لَہٗ فِی اُمَّتِہٖ حَوَارِیُّوْنَ وَ اَصْحَابٌ یَّاْخُذُوْنَ بِسُنَّتِہٖ وَ یَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِہٖ ثُمَّ اِنَّھَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِھِمْ خُلُوْفٌ یَّقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ وَ یَفْعَلُوْنَ مَالَا یُؤْمَرُوْنَ فَمَنْ جَاھَدَ ھُمْ بِیَدِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاھَدَ ھُمْ بِلِسَانِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاھَدَ ھُمْ بِقَلْبِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ وَ لَیْسَ وَرَآءَ ذٰلِکَ مِنَ الْاِیْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ (مسلم)

''اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے کسی امت میں کوئی نبیؑ نہیں بھیجا مگر یہ کہ اس کے کچھ حواری اور صحابی ہوتے تھے جو اس نبیؑ کی سنت پر عمل کرتے تھے اور اس کے احکامات کی پیروی کرتے تھے۔ پھر ان کے بعد ان کے جانشین ایسے لوگ بن جاتے ہیں جو کہتے وہ ہیں جو کرتے نہیں اور کرتے وہ ہیں جس کا حکم ہی نہیں دیا گیا۔ تو جو کوئی ان سے ہاتھ سے جہاد کرے گا وہ مومن شمار ہوگا اور جو کوئی ان سے زبان سے جہاد کرے گا وہ مومن شمار ہوگا اور جو کوئی ان سے دل سے جہاد کرے گا وہ مومن شمار ہوگا اور اس کے بعد تو رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں''۔

## ☆ جہاد و قتال فی سبیل اللہ کا فرق :

جہاد عام ہے اور قتال خاص۔ جہاد کی اعلیٰ ترین صورت قتال ہے۔ جہاد ہر مسلمان پر ہر وقت فرض ہے جبکہ قتال عام حالات میں فرضِ کفایہ ہے (النساء : **95**) اور نفیرِ عام کی صورت میں فرض ہے (التوبہ : **38 - 39**)۔ نبی اکرمؐ کا ارشاد ہے :

اَلْجِھَادُ مَاضٍ مُنْذُ بَعَثَنِیَ اللّٰهُ اِلٰی اَنْ یُّقَاتِلَ اٰخِرُ ھٰذِہِ الْاُمَّةِ الدَّجَّالَ

''جہاد جاری ہے اس وقت سے جب سے اللہ نے مجھے مبعوث کیا تھا اور یہ جاری رہے گا اس وقت تک جب کہ میری امت کا آخری حصّہ دجال سے جنگ کرے گا'' (ابوداؤد)

گویا جہاد تو نبی اکرمؐ کی بعثت کے آغاز ہی سے شروع ہوگیا اور پورے مکی دور میں بھی جاری رہا لیکن قتال یعنی مسلح تصادم کا آغاز بعثت سے پندرہ برس بعد یعنی 2 ہجری میں غزوۂ بدر سے ہوا۔

## ☆ مسلح تصادم کے آغاز کے لئے شرائط :

- ایک امیر کی قیادت میں منظم جماعت کا قیام
- جماعت میں شامل فدائین نے اپنے سیرت و کردار کا اثر قائم کردیا ہو۔
- جماعت نے معاشرے میں دعوت پہچانے کا حق ادا کردیا ہو۔
- اسباب کے حوالے سے فتح کا غالب امکان محسوس ہو (مشکل فیصلہ -- مکی دور میں مسلح تصادم کا آغاز کیوں نہیں کیا گیا)
- متحارب گروہ سے اگر کوئی معاہدہ ہے تو اسے علی الاعلان ختم کردیا گیا ہو۔

(الانفال : **58، 72**)

## ☆ جہاد فی سبیل اللہ کا اصل و اوّلین میدان :

ہر نبیؑ کی سنت ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کا اصل و اوّلین میدان اپنا علاقہ ہے۔ اگر وہاں غلبۂ دین کی جدوجہد ممکن نہ ہو تب کہیں اور ہجرت کی جا سکتی ہے۔

## ☆ مسلح تصادم کے لئے مسلم معاشرہ میں دورِ حاضر کی مشکلات :

- باطل نظام کے محافظ کلمہ گو مسلمانوں سے مقابلہ
- کلمہ گو مسلمانوں سے تصادم کے لئے سخت شرائط :
  - i- حکمران کھلم کھلا کفر کا نفاذ کر رہے ہوں۔
  - ii- مناسب اسباب کی اس حد تک فراہمی کہ فتح کا غالب امکان محسوس ہو۔
- موجودہ دور میں اسباب یعنی ہتھیاروں اور عسکری تربیت کے اعتبار سے حکومت اور

عوام میں عدم توازن۔

### ☆ متبادل راستہ نہی عن المنکر بالید صبرِ محض کے انداز میں :

مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہٗ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ
فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذَالِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ (مسلم)

''تم میں سے جو کوئی کسی برائی کو دیکھے اسے چاہیئے کہ وہ اسے ہاتھ سے بدل دے ، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے بدل دے اور اگر اس کی بھی قوت نہ ہو تو دل میں برا جانے اور یہ ایمان کا سب سے کم تر درجہ ہے''۔

موجودہ حالات میں مسلح تصادم کا متبادل ہے کسی منکر یا ظلم کے خلاف عدم تعاون اور سول نافرمانی کی پرامن تحریک اور اس منکر یا ظلم کے خاتمہ تک ہر تشدد برداشت کرتے ہوئے اہم وحساس مقامات کا منظّم و پرامن گھیراؤ کرنا۔

### ☆ ممکنہ نتائج :

پُرامن اور منظّم احتجاج کے تین ممکنہ نتائج برآمد ہو سکتے ہیں :

1- حکومت ان مظاہروں کے نتیجے میں پسپائی اختیار کرے اور منکرات کے خاتمے اور حدوداللہ کے نفاذ کا آغاز کر دے۔اس طرح انقلابی جماعت ایک ایک منکر کو ختم کروا کر حدوداللہ کا نفاذ کرواتی رہے گی اور پورا نظام درست ہونے تک یہ جدوجہد جاری رہے گی۔

2- حکومت انقلابی تحریک کو اپنے خلاف انا کا مسئلہ بنا لے اور اپنی بقاء اور مفادات کے تحفظ کے لئے تحریک کو مکمل طور پر کچلنے کا فیصلہ کرے۔اس صورت میں حکومت پر قابض مفاد یافتہ طبقات' ریاست کی پولیس اور فوج کو اس تحریک کو کچلنے کے لئے بے دریغ استعمال کریں گے۔اگر لوگ اللہ کی راہ میں قربانیاں حتّٰی کہ جان دینے پر تیار ہوں اور ثابت قدمی سے میدان میں ڈٹے رہیں تو پولیس کتنوں کو گرفتار کرے گی اور کتنوں کو شہید کرے گی۔بالآخر پولیس اور فوج جواب دے دے گی کہ یہ مظاہرین ہمارے ہی ہم مذہب اور ہم وطن ہیں۔یہ کسی ذاتی غرض سے نہیں بلکہ اللہ کے دین کی سربلندی اور اس کے نفاذ کے لئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے نکلے ہیں۔نتیجہ یہ نکلے گا کہ حکومت کا تختہ الٹ جائے گا اور ان شاء اللہ انقلابی تحریک کامیابی سے ہمکنار ہو گی۔

3- اگر حکومتِ وقت اس تحریک کو کچلنے میں کامیاب ہو جائے،تو جن لوگوں نے اس راستے میں جانیں دی ہوں گی،ان کی قربانیاں ہرگز ضائع نہیں ہوں گی۔ان شاء اللہ وہ اجرِ عظیم اور فوزِ کبیر سے نوازے جائیں گے۔ان شاء اللہ انہی جانثاروں اور سرفروشوں کے خون اور ہڈیوں کی کھاد سے جلد یا بدیر کوئی نئی اسلامی انقلابی تحریک ابھرے گی جو طاغوتی 'استحصالی اور جابرانہ نظام کو للکارے گی اور وہ وقت آ کر رہے گا جس کی خبر نبی اکرمؐ نے دی ہے کہ پورے کرۂ ارضی پر اللہ کا دین اسی طرح غالب ہو کر رہے گا جس طرح آپؐ کی حیاتِ طیبہ میں جزیرہ نمائے عرب پر غالب ہوا تھا :

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے